ولو شاء ربك لآمن من في الارض جميعا

القول المحمود فی المهدی الموعود

من تالیف العلامة الکامل المحقق الفاضل البارع فی العلوم الاصول النقلیة مولانا [illegible] قدس سره

(نمبر ۵)

جس کو

(مصنف)

سید موسیٰ ابن روشن میاں ابن عالم نجم الدین میاں صاحب مقیم بڑودہ نے

مطبع نور الاسلام میں طبع اور شائع کیا

MOHDVI ... DEPOT
KAMAL YAAR JUNG ... LIBRARY
00 019

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

حَامِدًا وَمُصَلِّیًا۔ مولٰنا و مقتدٰنا قطب الافاضل علّامہ حضرت سید علی المعروف بہ مکی بڑے میاں رح اپنے زمانہ کے زبردست عالم اور بلند پایہ پیر طریقت تھے سید گیمیان سید قاسم صاحب رح کے خلیفہ خاص تھے آپ نے بحکم رب کعبہ سفر حج اس متوکلانہ انداز میں کیا کہ اسکی مثالیں اس دور میں اور وہ بھی بالخصوص ملنا بہت دشوار ہیں۔

آپ ۱۲۱۶ھ میں عازم بیت اللہ ہوئے بعد ادائے حج اپنی والدہ کا حج بدل ادا کرنیکی خاطر وہاں مزید ایک سال رہے تھی

قیام فرمایا جس میں قریباً نصف سال مدینہ میں گذرا۔ دوران قیام میں مدینہ کے علماء سے مہدویت کے سلسلہ میں گفتگو اور بحث ہوتی رہی جس میں آپ کا پلہ بھاری اور آپکے دلائل مسکت ثابت ہوتے تھے علماء مدینہ سے جب کوئی جواب نہ بن آتا تو وہ یہ کہہ کر بات کاٹ دیتے کہ آپ اپنی قوت بیان سے ہم پر غلبہ پا جاتے ہیں پھر بھی ہمارا دل مطمئن نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں آپ فرمایا کہ چلو خود امام کائنات محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے آستانہ پر حاضری دیکر آپکی روح پرفتوح سے اس کا فیصلہ کروالیں اور وہ جو بھی ہو ہم سب کو قبول کرنا پڑے گا۔ لیکن علماء مدینہ کیلئے یہ شرط قابل قبول نہ تھی۔

دوران قیام مکہ میں علماء مکہ سے بھی مہدی موعودؑ کے ظہور پر بحث و تکرار شروع ہو گئی اور اس کا چرچا گھر گھر پھیل گیا یہاں تک کہ سلطانِ وقت شریف غالب کو اس کی خبر ملی اور آپکی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ مہدویت پر تبادلہ خیال کرکے کہنے لگا کہ چند ملاقاتوں میں اس اہم بات پر تفصیلی

بات جیت نہیں ہو سکتی اگر آپ کے پاس کوئی کتاب سید محمد جونپوریؒ کے مہدی موعود ہونیکے ثبوت میں ہو تو میں اس کا مطالعہ کر سکوں گا اور اس میں مجھے جو شبہات پیدا ہوں گے ان کی صفائی دوسری ملاقاتوں میں آپ سے کر سکوں گا۔ اسوقت چونکہ آپکے پاس کوئی ایسی کتاب نہ تھی آپنے ایک مختصر کتاب خود تصنیف کر کے اس کا نام "القول المحمود فی ثبوت المہدی الموعودؑ" رکھا اسے بذریعہ ملازمؔ سلطان کے پاس روانہ کر دیا۔ اس کا اثر سلطان شریف غالب پر اتنا پڑا کہ اگر ترک دنیا کی فرضیت کا کٹھن قانون مہدویت کے بنیادی اصولوں میں نہ ہوتا تو وہ آپکا مرید ہو جاتا۔ صرف سلطان ہی کا یہ خیال نہ تھا بلکہ کئی عالم اور سمجھدار حضرات بھی اسی مجبوری سے آپ کا ساتھ نہ دے سکے۔ لیکن ان میں کا ہر ایک شخص آپ کی عزت کرنے لگا اور دوسرے حج کی تکمیل کے بعد آپ واپس ہندوستان آگئے۔

آپ نے اس رسالہ کی نقل لکھی جو امتداد زمانہ اور نقل در نقل کے دست برد سے کئی مقامات پر ادل بدل گئی تھی

جسکو علامہ بحر العلوم سید اشرف صاف شمسیؒ نے کوئی پچاس سال قبل صاف کیا اور آپ کے برادر زادہ سید موسیٰ عرف چھچو میاں صاحب ید اللّٰہی نے ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا جس کی نقلیں آج کل کمیاب ہیں۔

اجتماع فقراء گروہ مہدویہ (چن پٹن) نے اس کی اہمیت کا خیال کر کے صرف اس کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ اس سے ان سب حضرات کو فائدہ پہنچے جن کے دل تعصب و عناد سے پاک ہیں اور جو حق کا ساتھ دینا اور باطل سے گریز کرنا اپنا انسانی و ایمانی فرض خیال کرتے ہیں۔

خاکسار

سید عالم ید اللّٰہی منشی فاضل و کامل علم کلام

صدر اجتماع فقراء گروہ مہدویہ۔

چن پٹن ریاست میسور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کیلئے تعریف ہے جس نے ہم کو سیدھی راہ بتلائی۔ اور ہدایت اور مضبوط دین کی منزل تک پہنچایا۔ خاتم الانبیاء محمدؐ اور آپ کے خلفاء راشدین اور اصحاب کاملین پر ہم درود پڑھتے ہیں۔

خصوصاً ہمارے سردار مہدی موعودؑ پر جو اولین و آخرین میں برتر اور بزرگ ترین ہیں۔ اور آپ کے آل و اصحاب پر جو نہایت پاک اور طہارت کی صفت سے موصوف ہیں۔ **بعد**۔ حمد و صلوٰۃ کے یہ رسالہ کافی اور شافی ہے مہدی موعودؑ کے حالات گرامی میں۔ جو اللہ تعالیٰ سبحانہ کے خلیفہ ہیں۔ سید علی ابن سید شریف ابن سید علی ابن سید یداللہ ابن سید موسیٰ ابن سید جلال ابن سید خوندمیر ابن سید یعقوب ابن سید محمود ابن حضرت سید محمد مہدی موعود کی طرف سے۔ اے برادران تم اس بات کو جان لو کہ جب کوئی خلیفۂ خدا مبعوث ہوتا ہے۔ آدمیوں کے تین فرقے ہو جاتے ہیں ایک وہ جو اس کی تصدیق کرتا اور اس پر ایمان لاتا ہے اور دوسرا وہ جو اس کا انکار کرتا ہے۔ تیسرے وہ جو تاویل کرتے ہیں اسی طرح جب مہدیؑ مبعوث ہوئے اور آپ نے دعویٰ فرمایا تو لوگوں (امت محمدیہ) میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور

آپ سے جھگڑنے لگے اور اختلاف میں اقسام کے شبہے نکالے۔ غرض پہلا فرقہ ہم لوگ ہی ہیں اور دوسرا فرقہ وہ جو آپکا انکار کیا۔ اور تیسرا وہ فرقہ ہے جس کو آپ کی مہدیت میں سکوت رہا اور ثبوت کی تلاش جاری رکھا اس رسالہ میں اسی خاص فرقہ سے ہمارا خطاب ہے کیونکہ اسی فرقہ کو اس کی تحقیق کی طلب ہے پس یہ فرقہ بمنزلہ اس مریض کے ہے جو دوا کا طالب ہے۔ یا بمنزلہ اس پیاسے کے ہے جو عین دوپہر کو میٹھے پانی کی جستجو کرتا ہے۔ اب ہم قول تحقیقی متلاشی حق کے سامنے پیش کریں گے جو مہدیؑ کے مقدس واقعات اور آپ کی مہدیت کے ثبوت سے متعلق ہے۔ اس غرض سے کہ وہ حضرت کے وقائع واحوال کو برابر سنے۔ اگر بعد سننے کے یہ معلوم ہو کہ ہم اہل سنت سے مخالف ہیں تو ہمکو ہدایت کرے اور اگر یہ واضح ہو جائے کہ ہم ہدایت پر ہیں تو ہماری مدد کرے۔ اب میں آپ کے مقدس حالات بیان کرتا ہوں۔ یہ جاننا چاہیے کہ آپ کے والد بزرگوار اپنے زمانہ کے سادات میں اشرف اور خدا کی عبادت اور اس کی رضا جوئی کے پابند تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا بھی یہی حال تھا۔ آپ کا نسب شریف باپ اور ماں کے طرف سے حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کو پہنچتا ہے۔ آپ کے والدہ کا نام **آمنہ** تھا چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ان کا نام میرا نام ہوگا۔ اور ان کے ماں باپ کے نام میرے ماں باپ کے نام ہوں گے۔

آمنہ ایک دن تہجد کی نماز کے بعد مراقبہ بیٹھی ہوئی تھیں اور اس میں آپ کو کچھ غنودگی ہوگئی یکایک آپ نے دیکھا کہ آفتاب ان کے

مبارک دامن میں غایب ہوگیا جب یہ مثالی کیفیت طاری ہوئی آپ کو لرزہ ہوگیا اور جانماز پر بے ہوش ہوکر گرگئیں گھر باہر لوگوں کا ہجوم ہوگیا اور سب کے سب آمنہ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کے اردگرد کھڑے ہوگئے اور دوا دارو کی فکر کرنے لگے۔ مگر اس میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی اور بیوی آمنہ کو افاقہ نہ ہوا جس سے وہ حیران تھے۔ آمنہ کے بھائی قیام الملک نے جو صاحب کشف و معرفت تھے آمنہ کو دیکھا اور ان کی حقیقت پر اطلاع پاکر کہا کہ ان کو کوئی مرض یا سحر نہیں ہے ان کی دوا مت کرو بلکہ ان کے دل پر تجلیات حقانیہ کا غلبہ ہوگیا ہے۔

جب آمنہ کو افاقہ ہوا تو اپنا حال اور خواب کا قصہ بیان فرمائے ان کے بھائی نے یہ ماجرا سنکر کہا کہ تم اس راز کو پوشیدہ رکھو شاید یہ تمہارے پیٹ سے خاتم الولایۃ کا ظہور ہوگا غرض ۸۴۶ھ ہجری پر آمنہ حاملہ ہوئیں اور جب ان کے حمل کی مدت چار مہینے گزر گئی ان کے پیٹ سے یہ آواز نہایت فصاحت سے سنائی دیتی تھی کہ مہدی آگیا۔ مکرر یہ آواز آتی رہی تا آنکہ آفتاب ولایت آسمان ولادت سے طلوع ہوا اس طرح پر کہ نجاسات سے بالکل پاک تھا اور جب آپ پیدا ہوئے آپ کے دونوں ہاتھ برہنگی کو ڈھانک لئے تھے اور کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ آپ کے ہاتھ اٹھا سکے اور جب کپڑا اڑھایا جاتا تو آپ خود اپنے ہاتھ ہٹا دیتے۔ غرض صبح ہدایت کی روشنی پھیل گئی اور جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی دنیا سے دور ہوگئی۔ تجلیات کے انوار دنیا میں پھیل گئے۔ آپ کے مبارک جسم پر کبھی نہیں بیٹھتی تھی کیونکہ آپ محض نور تھے۔

اور لطیف روشنی تھے بلکہ یوں کہو کہ مکھی آپ کے طرف نہیں آسکتی تھی۔ اور آپ کا بول و براز ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ کیوں کہ آپ روح محض تھے۔ اور آپ کا رونا سننے والوں کے دلوں کو کھینچتا تھا۔ اور آپ کی درد بھری آواز ڈرنے والوں کو پگھلاتی تھی۔ اور پہلے پہل جو آپ نے بات کی وہ یہ تھی کہ "مہدی آگیا۔ حق ظاہر ہوگیا" آپ کے پیدا ہونے سے شہر کے بتخانوں کے بت اوندھے گر گئے اور معرفت اور توحید کے چاند اندھیری راتوں میں نکلے اس شہر کا نام جون پور ہے۔ اس میں ایک زاہد تھے جن کا نام شیخ دانیال تھا۔ جو زہد و تقوی میں مشہور تھے۔ شیخ نے مقامات ولایت کو طے کیا تھا کشف باطنی آپ کو حاصل تھا۔ مہدی علیہ السلام کی ولادت کی شب میں انھیں ایک آواز سنائی دی شیخ نے اس کی طرف اپنے کان لگا دئے تب یہ آیت سنی۔

(جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ الخ)

شیخ نے بطلان کے مٹ جانے اور ضلالت کے دور ہو جانے پر خدا کا شکر کیا اور مراقب ہوئے تا کہ اُن پر اس مولود کا راز کھل جائے۔ جو آواز شیخ نے سنی اس کو بہت لوگوں نے سنا عام ازینکہ قریب ہوں یا بعید۔ جن کے کان یاد رکھنے والے اور ذہن روشن اور دل پاک تھے۔ ان کو اس آواز کے سننے سے حیرت ہوئی اور اپنی تاریک حیرانیوں میں غور و تامل کے چراغ جلانے لگے تا آنکہ سید عبداللہ صاحب جو حضرت مہدی علیہ السلام کے والد سے شیخ سے ملے شیخ نے کیفیت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے لڑکا پیدا ہوا ہے نام پوچھا تو عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

جواب میں اشارہ کرتے سے ہیں نے اس لڑکے نام محمدؐ اور کنیت ابوالقاسم رکھی ہے۔ شیخ نے آپ کی حالت پوچھی فرمایا روشن پیشانی اونچی ناک جیسے بھوؤں گندمی رنگ ہیں جب آپ کی عمر سات برس کی ہوئی۔

شیخ نے سید عبیداللہ صاحب سے کہا کہ سید محمدؐ صاحب کو مدرسہ میں داخل کیا جائے آپ نے داخل کردیا شیخ دانیال حضرت مہدی علیہ السلام کی زیادہ تعظیم کرتے تھے آپ کے بڑے بھائی سید احمد صاحب نے جب یہ دیکھا کہ شیخ اپنے چھوٹے بھائی کی جتنی تعظیم کرتے ہیں کسی طالب علم کی تعظیم نہیں کرتے۔ اس وقت شیخ کے چودہ سو شاگرد تھے جو معقول اور منقول میں ماہر تھے۔

سید احمد صاحب کو شیخ کی اس قدر بے انتہا تعظیم سے جو مہدی علیہ السلام کیلئے کرتے تھے کچھ رشک ہوا۔ شیخ صاحب نے اس کو سید احمد صاحب علم و افضلیت پر محمول فرمایا۔

ان دنوں شیخ کے پاس ایک شیخ صبح وشام آتے تھے شیخ نے سید احمد صاحب سے ایک دن پوچھا کہ سید احمد کیا تم ان صاحب کو جو روزانہ میرے پاس آتے ہیں پہچانتے ہو۔

سید احمد صاحب نے کہا کہ نہیں پہچانتا شاید یہ آپ کے دوست ہونگے اس کے بعد شیخ نے حضرت مہدی علیہ السلام سے پوچھا آپ نے کہا کہ خضر ہیں روایت ہے کہ شیخ کے شاگرد اکثر مرتبہ شیخ سے ایسے مسائل پوچھتے کہ جن میں بڑے عالم حیران ہوتے تھے وہ پھر ان کا جواب حضرتؑ سے پوچھتے

حضرتؑ اون کی تفہیم کر دیتے جس سے حضرتؑ کا چرچہ ہوگیا اور ذہن رسا اور شیریں بیانی کا شہرہ تمام ممالک میں پھیل گیا۔ تاآنکہ علماء وقت دور دراز کی مسافت طے کرکے حضرتؑ کی مبارک خدمت میں اس غرض سے حاضر ہونے لگے تاکہ اپنے شکوک واوہام حل ہوں غرض مقامات بعیدہ سے علما وفضلا بڑے شوق سے آپ کے پاس حاضر ہونے لگے اور شیخ کا مدرسہ فضلا کا مجمع ہوگیا اور آپ کی ملاقات اس طریقہ سے کرنے لگے جیسا کہ بزرگوں کی ملاقات کی بزرگانہ روش ہوتی ہے۔ پس بعد ملاقات علما نے آپ کو دیکھا کہ آپ سیادت اور بزرگی میں یکتا ہیں اور خلایق کے سردار اور بزرگوں میں پیشوا ہیں کرامت میں آپ کو پیش پیش اور دین وہدایت میں آپ کو امام تصور کیا پس آپ کی صحبت اور آپ سے گفتگو کرنے کو غنیمت جاننے لگے اور متعدد علوم میں ہر مسئلہ کے متعلق آپ سے تحقیق کی حضرتؑ نے اونکو جوابات دئیے اور ساکت کر دیا بالآخر اُن کو حضرتؑ کی بزرگی پر ایمان لانا اور لازماً آپ کی علوء مرتبت کا اعتراف کرنا پڑا پس آپ کو علماء وقت اُسد العلماء کے خطاب سے پکارنے لگے۔ اور جب آپ کی عمر بارہ ۱۲ برس کی ہوی آپ کمال کی چوٹیوں پر چڑھے اور بلندیوں کی چوٹیوں تک ترقی کی شیخ کے پاس آتے جاتے جب خضرؑ کو آپ کی مہدیت کا علم اور آپ کے امام اور مقتدی ہونے کا یقین ہوگیا تو خضرؑ نے آپ سے بیعت کی اور قدوسی انوار اور لاہوتی پھل آپ سے حاصل کئے اور مہدی علیہ السلام نے آپ کے دل کو ذکر خفی سے منور کر دیا پس خضر کا دل مثل درخشاں ستارے

روشن ہوگیا۔ پھر خضر نے شیخ دانیال سے فرمایا کہ تم نے کس لئے بیعت ہیں تحصیل کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی شیخ نے مہدی ع کے ہاتھ پر بیعت کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب مہدی کا خروج ہو جائے تم اوس سے بیعت کرو اگرچہ کہ برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ ہے چنانچہ ابن ماجہ وغیرہ نے یہ روایت کی ہے۔ پھر آپ سے خوارق پے در پے ظاہر ہونے لگے۔ کلمۃ اللہ کا اعلاء آپ کی روحانی مدد اور روحانی اعانت سے ہوگیا اور آپ کے معراج کا کنگرہ نکوتی گھاٹیوں پر بلند ہوگیا۔ آپ کا شہرہ اطراف ملکوں میں پھیلا۔ چنانچہ حاکم گوڑ بنگالہ کے قتل کی خبر جو کہ نہایت جابر اور کافر بادشاہ تھا لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ گو اس کے ساتھ بیشمار پیدل اور بے انتہا سوار موجود تھے۔ بالآخر سب لشکر کو ہزیمت ہوئی اور حاکم گوڑ قتل ہوا۔ جو کچھ باقی رہے وہ زخمی اور رسوا ہو کر فرار ہو گئے۔ پھر آپ سے بے شمار معجزات صادر ہوئیں کیونکہ عام لوگ افعال ظاہرہ پر نظر کرتے ہیں اور اون کا ایمان اسی سے استوار ہوتا ہے مگر کرامت حسی بزرگان دین اور کامل اولیا کے پاس نفسانی رعونت کا اصل ہے اور اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ کرامتیں صادر نہیں ہوئیں۔ اور اپنے نفس کا جماعتوں میں افتخار نہیں جتایا۔ مگر ان بزرگوں کے پاس جن کو خدا کے طرف سے اعلیٰ نعمتیں حاصل ہوئی ہیں کرامت قبیح ہے اور کرامت معنوی ان کے پاس مرغوب ہے۔ اور کرامت معنوی سے مراد یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی رضا مندی میں بندہ کو ہمیشگی حاصل ہو اور خصائل انسانی اس کو حاصل ہوں اور نفسانی شبہات سے دور ہو جائے۔ پس اس فضیلت کے حاصل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف بندہ دوڑنا شروع کرتا ہے اور صفائی تقریب کی طرف سعی کرتا ہے۔ پس اس کے دل سے حسد و عناد کی خصلتیں محو ہو جاتی ہیں۔ اور عمدہ اخلاق اس کے دلمیں اس طرح سے منقوش ہوتے ہیں جیسے پتھر کی لکیریں پس ہر ایک کام اور حال میں حقوق خدا کا لحاظ کرتا ہے۔ اور اقوال و افعال میں محارم شرعی اور حدود خدا کی حفاظت کرتا ہے۔ پس یہ امور کرامات معنویہ ہیں۔ اور یہی کرامت کرامت عظمیٰ ہے۔ پس مہدی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب ان ہی بزرگ صفات سے موصوف ہیں۔ غرض جب مہدی علیہ السلام کی عمر چالیس[۴۰] برس کی ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا کہ میں نے تجھے مہدی اور خاتم ولایت محمدیہ بنایا ہے تو خلائق کو دین حق کی طرف بلا۔ گو مخالفوں کو یہ ناگوار ہو۔ تیری دعوت امت محمدیہ پر عام ہے جس طرح کہ محمدؐ کی دعوت عام تھی۔ پس آپ نے مہدیت کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے مخالفت شروع کی جیسا کہ سلف کا طریقہ ہے۔

غرض مختلف لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کے بموجب آپ سے جھگڑے کئے۔ اور نہایت سختی و عداوت سے پیش آئے۔ پس مہدیؑ نے ان سختیوں کو برداشت کیا اور مشکلوں کو ذرا بھی اپنے دلمیں جگہ نہیں دی۔ اس دعوے کی وجہ سے ہمیشہ آپ اپنے قبیلوں میں مذموم رہے۔ اور

باوجودیکہ یار و اصحاب کی تعداد بہت ہی کم تھی مگر باڑ دار صیقل شدہ تلواروں کی آپ نے کچھ پروا نہیں کی گو دعویٰ بہت کچھ مدلل کیا گیا مگر لوگوں نے دعویٰ کی حقیقت میں دور بینی سے کام نہیں لیا۔ اور آپ کے مقدس دعویٰ کے مضمون کے دریافت میں ذرا بھی کوشش نہیں کی۔ باوجودیکہ آپ پر اتنا ظلم تھا مگر آپ اغنیا سے ہمیشہ بے پروا اور فقرا سے متواضع تھے ظلم کے مٹانے والے مسافر و مہمان و فقیر کی پناہ رہے۔ غرض آپ اپنے دعوئے میں بہت سے مصائب جھیلے اور سخت سے سخت مصیبتوں میں اپنے ترش روئی نہیں کی۔ پھر آپ نے ہجرت کو خدا کے حکم سے اختیار کیا اور ہجرت کے چھوڑنے والوں پر نفاق کا حکم کیا۔ اس آیت کی وجہ سے وہ لوگ جن کی جان فرشتے کھینچتے ہیں وہ اپنی ذاتوں پر ظلم کرنے والے ہیں (ہجرت کرنے سے) فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس بات میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم عاجز تھے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ وطن چھوڑ کر وہاں جاتے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت بڑا ٹھکانا ہے۔ غرض آیۃ کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہجرت مجبوری کی حالت میں ضرور ہے ورنہ ان کی جگہ دوزخ ہوگی اس سے ظاہر ہے کہ یہ جزا جو آیت میں بیان ہوئی ہے واجب کے چھوڑنے سے ہے پس لیسنی کے وقت اور تبلیغ کی قوت نہ ہونے کے زمانہ میں ہجرت واجب ہوتی ہے اور بیضاوی کی بھی یہی رائے ہے۔ کہ آیت مذکورہ ہجرت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے ان جگہوں میں کہ دین کے قایم کرنے پر انسان قادر نہیں ہو سکتا۔

اور نبیؐ نے ارشاد فرمایا ہے جو دین کی محبت میں ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف روانہ ہوا گو ایک بالشت برابر اس نے راہ طے کی ہو اس کیلئے جنت واجب ہوگی ۔ اور وہ حضرت ابراہیمؑ اور سیدنا محمدؐ رسول اللہ کا رفیق ہوگا ۔ اور صاحب مدارک نے تفسیر مدارک میں ارشاد فرمایا ہے کہ مہاجرین سے وہ لوگ مراد ہیں کہ اونھوں نے انکے مقاموں سے خاص دینی ضرورت کیلئے ہجرت کی ہے پس ہجرت اخیر زمانہ میں اوسی طرح رہے گی جیسا کہ اول اسلام میں تھی ۔ اور جب یہی بات ہے تو ہجرت کسی زمانہ سے مخصوص نہیں ہے ۔ کیونکہ ہجرت کا موقوف علیہ یہ ہے کہ انسان کو امور شرعی کی تبلیغ پر قدرت نہو ۔ پس امکان ہجرت کو زمانہ کے ہر ایک حصہ میں جبکہ وہ امور پیدا ہو جائیں جو مانع تبلیغ ہوں تو تجویز کیا جا سکتا ہے اور یہی امر محقق ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت اُس وقت میں واجب ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قدرت اور سہولت نہ ہو اور اوامر کے اجرا اور نواہی سے منع کرنے پر اُس کو قوت نہو ۔ جیسا کہ رسول اللہؐ نے کفار کے ہجوم کے وقت جن کے کفر کی گھنگھور تاریکیاں مکہ کے پہاڑوں پر چھا گئی تھیں یثرب یعنی مدینہ کی طرف کوچ فرمایا ۔ پس آپ کا یہ ہجرت فرمانا صرف اسی غرض سے تھا کہ تبلیغ اسلام عمدہ طور پر نہیں ہو سکتی تھی غرض آپ مدینہ میں پہنچ گئے تو اسلام کے انوار چمکنے لگے اور شارع حقیقی کے احکام کی کرنیں اطراف عالم میں پھیل گئیں ۔ پس مہدی کی بھی یہی حالت تھی کہ آپ نے بھی ہجرت کے وجوب کا حکم اس وقت فرمایا جب کہ احکام ولایت محمدی کی تبلیغ عمدہ طور پر نہیں ہو سکتی تھی پس ہجرت کا حکم وجوب

ہمارے پاس اس کے اسباب کے پیدا ہونے کے وقت باقی ہے. اور جس نے
یہ بیان کیا کہ دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف جانے کا نام ہجرت ہے
اس نے خطا کی کیونکہ اس صورت میں یہ بات لازم آتی ہے کہ جن اصحاب
رسول اللہ ؐ نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ مہاجر نہ ہوا اور یہ امر باطل
ہے کیونکہ اول پر مہاجر کا اطلاق کیا گیا ہے اور تفسیر کبیر میں یہ بیان کیا ہے
کہ ابراہیمؑ نے جب ان سے دین میں علیحدگی اختیار کی اور نیز ان کے شہر سے
یکسوئی چاہی۔ ہجرت کو اختیار کیا جس جگہ آپ کے پروردگار نے آپ کو
ہدایت دی اور حدیث شریف میں جو وارد ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے
اس سے مکہ سے مدینہ کی طرف مخصوص ہجرت مراد ہے۔ یا رسول اللہ کی
طرف ہجرت کرنا مقصود ہے۔ غرض اس سے مطلق ہجرت کی نفی نہیں ہے کیونکہ
دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا جہاں امر دین کی ادائی نہ ہو سکے
قیامت تک باقی بلکہ یوں کہو کہ واجب ہے۔ جیسا کہ کرمانی اور نووی نے
شرح اربعین میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ مذکورہ آیتیں
جن سے ہجرت کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے منسوخ ہیں کیونکہ اس کا یہ جواب
دیا جاتا ہے کہ لغت میں نسخ کے معنی ایک چیز کو دور کر دینا اور بدل دینا ہے
اور اس کے دو اعتبار ہیں۔ پہلا اعتبار یہ کہ جب نسخ کی نسبت اللہ تعالےٰ کے
علم کی طرف کیجاتی ہے تو اس کو "بیان مدت الحکم" کہتے ہیں اور اگر اس کی نسبت
بندوں کی طرف کیجاتی ہے تو اس کو نسخ کہتے ہیں چنانچہ توضیح میں مذکور ہے کہ
جب شارع کسی حکم معین موقت کا عالم ہے تو وہ دوسری دلیل حکم کیلئے محض

بیان ہو گی اور چونکہ حکم مطلق تھا اس میں بقا ہمارے نزدیک اصل ہو گی کیونکہ مدت حکم کا ہم کو علم نہیں ہے۔ پس دوسری دلیل ہمارے علم کے اعتبار سے تبدیل ہو گی جیسا کہ قتل کی دو جہتیں ہیں کیونکہ اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کریں تو بیان مدت اجل ہو گا اور اگر اس کی نسبت بندہ کی طرف کیجائے تو قتل ثابت ہو گا اور لوازم قتل قاتل پر مرتب ہوں گی۔ غرض مقتول اپنے موت کی اعتبار سے میت ہے اور ہمارے حق میں تبدیل یہاں تک صاحب توضیح کا قول ہے اور اگر بیان حکم کو اللہ تعالیٰ کی نسبت سے تبدیل قرار دیجائے تو اللہ تعالیٰ کا علم حوادث کا محل ہو جائے گا اور اس کا علم تغیرات اور تبدلات سے مقدس ہے پس جو شخص خدا کی مراد و مشیت جانتا ہے۔ اس کے پاس کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اور جس کو یہ علم نہیں ہے اس کے پاس بعض ناسخ اور بعض منسوخ۔ غرض قرآن شریف اسی گروہ کے پاس جو خدا کے مشیت کو جانتا ہے منسوخ نہیں ہے حضرتؐ نے ہجرت کے چھوڑنے والوں پر نفاق کا حکم فرمایا۔

چنانچہ۔ حدیث رسول اللہؐ جو کعب بن مالک کے مقدمہ میں مروی ہے اور جس کو بخاری اور مسلم نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے میں نے اس کا خلاصہ یہاں لکھا ہے کعب بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کا ساتھ نہ چھوڑا مگر صرف تبوک کی لڑائی میں اور بدر میں بھی میں شریک تھا اور رسول اللہؐ نے ان پر جو جنگ بدر میں حاضر نہیں ہوئے عتاب نہیں فرمایا اور جب آپ واپس تشریف لائے مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد جو لوگ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے حاضر ہوئے اور معذرت چاہی اور

یہ لوگ اسی۸۰ سے زیادہ تھے رسول اللہؐ نے اُن کا عذر قبول فرمایا اس کے بعد میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو رسول اللہؐ نے متبسمانہ غضب آمیز سلام لیا۔ اور اس بات کا حکم دیا کہ کعب سے کوئی شخص بات چیت نکرے گویا میں اس سرزمین میں ایسا ہو گیا کہ میں اس کو جانتا ہی نہیں۔ اسی طرح پچاس۵۰ دن گزرے میں بازاروں میں پھرتا تھا مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا میں ایک دن میرے بھائی ابی قتادہ کی دیوار پر چڑھ کر اس کو سلام کیا اس نے جواب نہ دیا جب دنوں سے چالیس(۴۰) دن گزر چکے تو رسول خدا کے قاصد نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو فرمایا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے اس کے ماں باپ کے پاس روانہ کر دیا اور اس کے بعد دس۱۰ دن اسی حالت میں رہا۔ تا آنکہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھے آواز دی کہ اے کعب تم کو خوشخبری ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کی اجازت دی ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ کعب کی حدیث میں کئی فوائد ہیں جن میں سے (۲۷) فائدوں کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے دسواں(۱۰) فائدہ یہ ہے کہ منافقین کے عذرات قبول کئے جائیں اور گیارہواں فائدہ یہ ہے کہ اہل بدعت سے مہاجرت اور سلام علیک موقوف کرنا مستحب ہے۔ تا ان کی تحقیر ہو۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ ہجرت کا چھوڑنے والا منافق اور عذاب کا مستحق ہے اور قہر کے لائق ہے اس سے کلام سلام ترک کرنا مستحب ہے اور اس کی بیوی اس سے علحدہ ہو جائے گی۔ پس مہدی علیہ السلام نے اس آیت کی وجہ جو کہ بیان کی گئی ہے۔ ہجرت اختیار فرمائی۔ اور مہدیت کا دعویٰ فرمایا۔

اور لوگوں کی ہدایت اور ان کے دین کے اصلاح کی طرف توجہ کی۔ گو خلائق آپکی
دشمن تھی پس امام نے اپنے دعوے کو قبول کرنے والوں پر انوار قدوسی ڈالے۔
اور اون کے دلوں کو چاندنی رات کے موافق روشن فرما دیا۔ پھر آپنے شاہانِ
وقت اور وزیروں، امیروں اور قاضیوں کی طرف فرامین ہدایت روانہ
فرمائے جو معارف کے خزانوں اور بھلائی کے ذخیروں سے بھرے ہوئے تھے
نہایت صاف عبارت میں آپ نے اپنے دعوے کا اظہار کیا اور ان خطوط
کا خلاصہ یہ ہے کہ "اے لوگو اس امر کو سمجھ لو کہ میں محمدؐ ابن عبد اللہ اور رسول اللہؐ
کا ہم نام ہوں مجھے اللہ تعالیٰ ولایت محمدیہ کا خاتم اور آپ کی بزرگ امت پر
خلیفہ بنایا ہے۔ میں وہی شخص ہوں جو آخر زمانے میں میرے مبعوث ہونے کا
وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میں وہی ہوں جس کی خبر رسول اللہ نے دی ہے۔
میں وہی ہوں جو پیغمبروں کے صحیفوں میں ذکر کیا گیا ہوں۔ میں وہی ہوں جو اگلے
اور پچھلے گروہوں میں توصیف کیا گیا ہوں۔ میں وہی ہوں جو رحمانی خلافت دیا گیا
ہوں۔ میں وہی ہوں جو بصیرت پر خدا کی طرف خلائق کو اللہ اور اس کے رسول کے
حکم سے بلاتا ہوں۔ میں اس دعوے کے وقت میں نشہ کی حالت میں نہیں ہوں۔
بلکہ اتنا ہوشیار ہوں کہ ہوشیار کرنے کا محتاج نہیں ہوں۔ میں اللہ کی طرف سے
پاک رزق دیا گیا ہوں مجھے خدا کے سوا کوئی حاجت نہیں ہے۔ میں ملک
وامارۃ کا طالب نہیں ہوں اور نہ ریاست اور حکومت کی مجھے رغبت ہے
میں اس کو نجس سمجھتا ہوں۔ دنیا کو چھڑانے والا ہوں اور اس دعوت کا باعث
یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعوت کے لئے تہدید فرمائی ہے اور رب مجھے

مفترض الطاعت یعنی میری اطاعت کو فرض کیا ہے) میں انس و جن کیطرف
اپنی دعوت کو پہنچاتا ہوں اس مضمون سے کہ میں ولایت محمدیہ کا خاتم اور خدا
کا خلیفہ ہوں جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اور
جس نے میری نافرمانی کی وہ خدا کی نافرمانی کیا۔ مجھ پر ایمان لاؤ تا تم کو
رہائی ملے اور میری اطاعت کرو۔ اگر انکار کروگے تو خدا تم کو سختی کیساتھ
پکڑے گا۔ اور اس دن کے عذاب سے بچو جسدن کہ پہاڑ باریک ریت ہوجائینگے
پس دنیا سے ایسی حالت میں مت سفر کرو کہ ہلاکت میں پھنسے رہو۔ اور
حسن ثواب آخرت اختیار کرو۔ اور کھوٹے پیسوں اُسکو نہ بیچو کیونکہ تم
سمجھ والے ہو۔ اگر میں تمھارے زعم میں بناوٹی باتیں اور اللہ پر افترا کرتا
ہوں تو تم میرے کام میں تحقیق کرو۔ اور اس کام میں جلدی کرو۔ اگر تم میرے
کام میں روگرداں ہوں گے تو تمھارا جھٹلانا ثابت ہوگا۔ کیونکہ تم حق کے
دریافت پر قادر ہو۔ اگر تم مجھے جھوٹ پر چھوڑ دوگے تو خود ماخوذ ہوگے
اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں اور وہ گواہی کے لئے بس ہے اس پر کہ میں امت
محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دافع ہلاکت اور اُس پاک جماعت سے گمراہی
کا دور کرنے والا ہوں۔ بس تم دہو کے میں نہ رہو بلکہ میرے اقوال۔ افعال۔
احوال کو قرآن شریف سے ملاؤ اور اس میں غور کرو اگر قرآن سے موافق
ہوں تو میرا کہا مانو۔ ورنہ مجھے قتل کرو۔ یہ طریقہ تمھارے نجات کا ہے۔
پس اللہ تعالٰی سے ڈرو اور قلب عاجز سے اس کی طرف رجوع ہو
کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ یہ فقرہ نصیحت ہے اُس شخص کیلئے

جس نے اپنے دل کو حاضر رکھا اور سنا جب یہ فرمان سلاطین وقت نے دیکھا غور کیا اور انمیں سے بعض نے جو ازل میں مومن تھے تصدیق مہدیؑ کی پھر آپ نے گجرات ۔ سندھ ۔ خراسان ۔ قندھار ۔ کابل کا سفر کیا ۔ اور مکہ معظمہ کی زیارت کی اور رکن و مقام کے درمیان مہدیت کا دعوے کیا جس طرح سے کہ حدیث صحیح میں ذکر کیا گیا ہے اور علی رؤوس الاشہاد اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر دی اور اللہ کی بصیرت کی طرف بلایا ۔ آپ پر مومنین کی ایک جماعت ایمان لائی جن میں علماء و فضلاء اور حکام شریک تھے اور نیز اکثر ممالک میں شرفاء کرام ایمان سے مشرف ہوئے خصوصاً سندھ ۔ گجرات ۔ خراسان میں اگر مکہ معظمہ کے سفر کے واقعات جیسا کہ مچھلی کا سجدہ کرنا اور نیز بے شمار خوارق جو دریائی اور بری سفر میں ظاہر ہوئے اور وہ مصائب جو آپ کے اصحاب پر سفر میں واقع ہوئے ملاحظہ کا شوق ہو تو کتاب روضۃ الانوار فی احوال سید الابرار کا مطالعہ کیا جائے اس مختصر رسالہ میں تفصیل حالات کا ذکر نہیں کیا ۔ جو بحث کے وقت ضروری سمجھے جاتے ہیں ۔ جب حضرت مہدیؑ بیت اللہ سے واپس ہوئے ممالک سندھ کا ارادہ فرمایا ۔ اس وقت میں سندھ کا حاکم ایک سخت گیر شخص تھا لہذا بعض اصحاب نے آپ سے معروضہ کیا کہ ان صوبہ جات کا حاکم شریر اور فاسق ہے اس سے تبلیغ دعوے میں سختی نہ کرنی چاہیئے بلکہ اس سے خطاب کے وقت نرمی اختیار کیجائے تو زیادہ مناسب ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ میری دعوت الی اللہ اگر تمھارے مشورہ اور مدد پر

موقوف ہوتی تو میں تمہارے کہنے پر عمل کرتا جب اس طرح نہیں ہے بلکہ
میں خدا کے حکم سے دعوت الی اللہ کرتا ہوں اور خدا پر بھروسہ کرتا ہوں
تو مجھے بندوں کی مدد کی بالکل حاجت نہیں ہے۔ غرض میں تبلیغ احکام
خدا کے وقت دنیا کے بادشاہوں اور ان کے خادموں کی زیادتی اور
اُن کے لشکر کے ہجوم سے اور جابر حکام کی عداوت سے نہیں ڈرتا اور
تم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ وہ شراب کے نشہ اور نفسانی خواہشوں
میں ڈوبا ہوا ہے یہ چیز میری دعوت کی مانع نہیں ہے شاید وہ میری ہدایت
کے بعد تائب ہو جائے اور شرابوں کے مجالس سے پرہیز کرے جب آپ
سندھ میں داخل ہوئے سندھ پر انوار کے بادلوں سے بارش برسی اور
ایمان کے حوض چھلکنے لگے اور سندھ پر ایمان کی روشنی چمک گئی۔ اور عرفان
کے ابر سے پر زور بارشیں برسنے لگیں جن کا پانی پیاسوں کے منہ میں
ٹھنڈک اور مزے میں فرات کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے کم نہیں تھا
تا آنکہ امیر سندھ آپ کی مقدس مجلس میں اس طرح داخل ہوا کہ وہ سارے
معاصی اور قبیح کاموں سے دور اور روگرداں ہو چکا تھا اور حضرت
علیہ السلام کے غالب اور باسطوت خوارق کے دیکھنے اور ان میں غائر نظر کر چکنے کے
بعد آپ کے مقدس معتقدین میں داخل ہو گیا جو معجزات امیر سندھ کے
سامنے پیش کئے ان میں سے بعض یہ تھے کہ آپ کے اعجازی قوت سے گونگا
بات کیا اور بہرہ سن لیا۔ پھر آپ نے اس پر فیضان قدسی کا پانی چھڑکا۔
اس مقام میں زیادہ تر واقعات ہیں جو اس چھوٹے رسالہ میں مندرج

نہیں ہوسکتے۔ اگر ان کے مطالعہ کی ضرورت ہو تو وہ کتاب جس کا نام ذکر کیا گیا ہے دیکھی جائے یہ بات جاننا چاہیئے کہ لوگوں نے حضرت مہدیؑ کے امر میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت کے علامتیں و آثار جو آنحضرتؐ سے مروی و مرفوع ہوی ہیں اگر سب کے سب کسی میں پائی جائیں تو اُن کی انکار کی گنجائش نہیں ہے اور اگر سب نہ پائی جائیں یا بعض پائے جائیں اور بعض نہ پائی جائیں پھر اس کی تصدیق و اقرار کے کوئی معنی نہیں۔

بعض اون علامتوں سے یہ ہے کہ آپ مکہ یا مدینہ میں مبعوث ہوں گے اور نیز یہ کہ مہدیؑ حاکم اور صاحب سلطنت ہوں گے۔ اور نیز یہ کہ عیسیٰؑ و مہدیؑ ایک زمانہ میں ہوں گے اور نیز یہ کہ حضرتؑ روے زمین کو عدل سے بھر دیں گے۔ اور نیز یہ کہ خزانوں کی تقسیم کریں گے۔ اور نیز یہ کہ شامی لشکر آپ کے مقابلہ میں دھنس جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو علامات کہ مذکور ہیں بعض اُن سے ایسے حدیثیں ہیں کہ وہ دوسرے احادیث سے متعارض ہیں اور بعض احادیث غیر معتبر ہیں اور بعض موافق حال مہدیؑ ہیں جو آپ پر صادق ہیں۔ اب ہم یہاں اون احادیث سے بحث کریں گے جو متعارض ہیں واضح ہو کہ جس حدیث سے مہدیؑ مکہ میں ہونا ثابت ہوتا ہے وہ حدیث سے متعارض ہے جس سے آپکا مدینہ میں ہونا ثابت ہوتا ہے اور نیز بعض احادیث سے عیسیٰؑ و مہدی ایک وقت میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے حدیثوں میں ایک وقت میں جمع نہونے کی صراحت کی گئی ہے۔ اور حدیث جو خسف پر دلالت کرتی ہے مہدی کے اُن علامات میں جو محسوب نہیں

معتبر ہوں کیونکہ یہ باتیں آپ کے ظہور کے پہلے ظاہر ہو چکی ہیں۔ جب علامات مذکورہ میں اس قدر اختلاف ہو تو ایک حدیث کو ماننا اور دوسری حدیث کو جو اس کے ضد میں ہے غیر صحیح کہنا ترجیح بلا مرجح ہے میں یقین کرتا ہوں کہ یہ اختلاف رواۃ کی طرف سے ہوا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ شخص جس میں ایسے صفات کا موجود ہونا ضروری ہو جو آپس میں بالکل متضاد ہوں ہرگز موجود نہ ہو سکیگا۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ اخبار غیبی یعنی جو آئندہ ہونیوالی ہوں وہ اپنی حقیقی معانی پر جو الفاظ سے صاف صاف لغت کے رو سے مفہوم ہوتے ہیں دلالت نہیں کرتے بلکہ وہ مقاصد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ توریت میں حضرت موسیٰؑ کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ موسیٰ کے بھائیوں سے عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہوگا اس وقت اگر اخوۃ کے معانی حقیقی لئے جائیں تو یہ معنی ہوں گے کہ موسیٰ کے سگے بھائیوں سے ایک نبی مبعوث ہوگا تو بالضرور وہ بنی اسرائیل سے ہوگا۔ لیکن موسیٰ کے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل سے جزیرۂ عرب میں کوئی نبی اب تک مبعوث نہیں ہوا۔ تو یہاں اُخوّت سے اخوت قریبہ مراد نہ ہوگی بلکہ اس سے اخوت بعیدہ مراد ہوگی اس وقت وہ اولاد اسماعیل کو شامل ہوگی۔ مگر چونکہ یہود حقیقی معانی میں سر دُھنتے رہے بالآخر ان کو گمراہ ہونا پڑا۔ پس خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور اسی طرح انجیل میں بھی حضرت مسیحؑ نے حضرت رسول اللہؐ کی خبر دی ہے جو اپنے حقیقی معنی پر ہرگز بھول نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد احمد کا بعث ہوگا۔

تب تم اس کی تصدیق کرو کیوں کہ ہدایت اور نور ہے اور ہمارے پاس ابتک وہ شخص نہیں تشریف فرما ہوا جس کا نام فقط احمدؐ ہو بلکہ وہ پیغمبر مبعوث ہوا جس کا مبارک نام محمدؐ ہے پس نصاریٰ اسی وجہ سے گمراہ ہوگئے کہ آپ کا بعث علامت مقررہ کے موافق نہیں ہوا۔ اور نیز توراۃ میں مذکور ہے کہ اللہ سینا کے پہاڑ سے آئے گا اور سعیر پر چمکیگا اور فاران کے پہاڑوں سے دس ہزار مقرب فرشتوں کے ساتھ برآمد ہوگا پس یہ مغیبات جو توراۃ میں مذکور ہوئیں اگر ان کی حقیقی معانی مقصود ہوں تو یہ اعتراض ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ابتک فاران کی چوٹیوں سے نورانی دبدبہ اور روحانی تجمل کے ساتھ ظاہر نہیں ہوا۔ تو اس صورت میں اس شخص کی تصدیق کس طرح واجب ہوگی جو فاران کے پہاڑوں اور مکّہ کی گھاٹیوں سے چند محتاج فقیروں کے ساتھ ظاہر ہوا ہو۔ غرض ساری خرابیاں اس صورت میں پیدا ہوتی ہیں جبکہ مغیبات کی حقیقی معانی معتبر ہوں۔ کیونکہ فاران کے چوٹیوں سے جو برآمد ہوئے وہ ہمارے سردار اللہ کے نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو سارے پیغمبروں کے خاتم اور سارے بزرگوں میں اکرم ہیں۔ غرض چھپے ہوئے چیزوں کی تعبیر اس طریقہ پر کہ اونکی حقیقی حالت کو واضح کر دیوے دشوار ہے۔ جس پر معمولی عقول کو قدرت نہیں ہے چہ جائے کہ اُن کی تعبیر اُن عقول سے ہو سکے جو بالکل کند اور مخبوط ہوں کیونکہ وہ فاسد غرضوں میں گھرے ہوئے ہیں بلکہ یوں کہو کہ وہ وحشی ہیں اور اونٹوں کے مثل گردن اوٹھائے ہوئے پھرتے ہیں پس

مغیبات میں ان نادانوں کی کیا حالت ہوگی غرض مہدیؑ کے علامات
بھی جو مغیبات کے طور پر مروی ہیں ازیں قبیل ہیں یعنی وہ حقیقی معنی پر
محمول نہیں ہو سکتیں بلکہ لازم ہے کہ اُن کا مطلب ظہور مہدی پر موقوف
رکھا جائے اور بعد ظہور نہایت غور و تامل سے ان کی تطبیق دیجائے۔
اور تم یہ بات جانتے ہو کہ اس شخص کی تصدیق ہرگز دشوار نہیں جو علامات
کے موافق مبعوث ہوا ہو اور یہ بات قابل اعتبار بھی نہیں ہے کیونکہ
اس صورت میں ایمان بالغیب جس کی اللہ نے تعریف فرمائی ہے پایا نہ جائیگا۔
جو دراصل عبودیت اور اطاعت خدا کا اصل ہے اور اگر انبیاء اپنے
علامتوں کے موافق جن کا ذکر کتب منزلہ میں ہوا ہے پیدا ہوتے تو ان کی
امتیں اونکو نہ جھٹلاتیں جیسا کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کی نبوت و مسیحیت کی
تکذیب کی تھی اور جیسا کہ یہودی و نصاری نے رسول اللہ کے تمام انس و
جن کے لئے مبعوث ہونے کو جھٹلایا تھا بلکہ ساری مخلوق ایک دین پر
ہوجاتی۔ اور خلاف اٹھ جاتا۔ مگر یہ امر خدا کی مشیت کے خلاف تھا۔
جیسا کہ فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سارے لوگ جو زمین پر
ہیں مومن ہو جاتے۔ پس امت کا اختلاف اس امر کی دلیل ہے کہ انبیاء
اپنے علامتوں کے موافق مبعوث نہیں ہوئے اس واسطے ہم کہتے ہیں کہ
مہدیؑ کے احادیث ازیں قبیل ہیں پس ان احادیث سے قدر مشترک
یعنی وہ مضمون جن سے حضرتؑ کا مبعوث ہونا ثابت ہوتا ہے معتبر ہوگا
اور وہ اوصاف جن میں صریح تعارض ہے ہرگز اعتبار کے لایق نہیں ہیں

اور اصول فقہ میں یہ ثابت ہوچکا ہے کہ متعارض اوصاف ساقط ہوجاتے ہیں اور مہدیؑ کا آنا ان احادیث سے ثابت ہوگا اور اوصاف لائق بحث نہ ہونگے۔ اب ان سوالات کے جوابوں کی طرف توجہ کیجاتی ہے جن کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ احادیث آپ کے مقام بعث میں متعارض ہیں کیونکہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ آپ مکہ میں پیدا ہونگے اور بعض سے واضح ہے کہ آپ مدینہ میں پیدا ہوں گے اور بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان مقاموں کے سوا کسی دوسرے مقام میں پیدا ہوں گے اور یہ بات محال ہے کہ ایک شخص ان سارے مقاموں میں پیدا ہوجائے پس وہی مقام صحیح ہوگا جس میں کہ آپ کا بعث ہوا ہو اس صورت میں جبکہ آپ کا ظہور ہند میں ہوا ہے تو یہی صحیح ہوگا اور دوسرے اخبار غیر صحیح دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مہدیؑ خدا کے خلیفوں سے ایک خلیفہ ہیں تو آپ کا بادشاہ ہونا واجب نہیں بلکہ آپ ایسے مبعوث ہوں گے جس طرح کہ عام خلفاء مثلاً صالحؑ و شعیبؑ و لوطؑ و عیسیٰؑ و یحییٰؑ و ابراہیمؑ و نوحؑ وغیرہ مبعوث ہوئے تھے۔ پس جیساکہ اون کی امارت روحانی ملکوتی ہے اسی طرح مہدیؑ کی خلافت بھی نوراتی لازم ہوتی ہے اور تیسرے سوال کا جواب ہے کہ خزانوں کی تقسیم سے قدسی انوار کا فیضان مراد ہے جو انبیاء کا خاص طریقہ تھا اس کے علاوہ آپ نے دینار و درہم روپیہ پیسہ کی بھی تقسیم کی جب کہ آپ شہر گڑھ مانڈو میں تشریف فرما تھے فقیروں کو امیر کردیا اور نیازمند کو بے نیاز سونے چاندی کا اس قدر دریا بہایا کہ فقر و فاقہ اس نواح سے

معدوم ہوگیا اور سونے کی نہریں ایسی بہا دیں جس طرح دریائے جیحوں کی نہریں بہا کرتی ہیں۔ اور چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسٰی خدا کے خلیفہ ہیں اور جناب مہدی بھی خدا کے خلیفہ ہیں اور یہ دونوں خلیفے مستقل امام ہیں پس ان کا ایک وقت میں اکٹھا ہونا درست نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ دو خلیفے جب لوگوں کی بیعت لیں تو ایک کو قتل کر دو۔ یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ دو خلیفے ایک وقت میں ہونا ممکن ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایک خلیفہ دوسرے خلیفہ کی اقتدا کر لیوے ہم تو یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تقریر ظنی ہے اور ظن یقین کو درہم برہم نہیں کرتا (مترجم کہتا ہے کہ ایک خلیفہ نے جب دوسرے خلیفہ کی اقتدا کی تو دو خلیفوں کا جمع ہونا ہی ثابت نہ ہوا اور حالانکہ امر مفروض یہ نہیں تھا) اور نووی کہتے ہیں کہ سلف نے دو خلیفے ایک وقت میں نہ ہونے پر اجماع کیا ہے۔ اور پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ زمان مہدئی میں عدل سے روے زمین کا بھر جانا صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ امت محمدیہ کے ناصر اور ان کی ہلاکت کے باطل کرنے والے ہیں پس کس طرح تمام روے زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس کو حضرت رسول اللہ نے عدل سے نہیں بھرا تھا۔ اگر بالفرض مہدی کی عدالت اور ہدایت اس سے زیادہ تسلیم کیجائے جو در اصل باطل ہے تو ہم اس بات کو نہیں تسلیم کریں گے کہ سب روے زمین عدالت سے پر ہوجائے گی کیونکہ یہ امر اس وقت ممکن ہوگا کہ ایک دین سارے جہاں میں پھیل جائے اور یہ امر بالکل محال ہے کیونکہ ایک دین ہوجانا اور سب کے سب مسلمان اور

مومن ہو جانا نص صریح کے خلاف ہے چنانچہ اللہ تعہ فرماتا ہے۔ "اگر اللہ چاہتا سب کو امت واحدہ کر دیتا" اور نیز فرماتا ہے "اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو روئے زمین پر سب آدمی مومن ہو جاتے" ۔ اور نیز اللہ تعہ فرماتا ہے۔ "اگر ہم چاہتے تو ہر ایک شخص کو ہدایت دیتے لیکن میں نے مقدر میں لکھدیا ہے کہ جہنم کو جن اور انس سے بھر دوں گا" ان آیتوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ تمام خلائق کا ایمان نہ لانا مشیت ایزدی سے ہے کیونکہ اس کی مشیت نے یہ حکم دیا کہ سارے جن اور انسان اہل دوزخ ہیں مگر وہ لوگ جو ازلی مشیت سے مومنین ہیں ان کو اللہ نے کر دیا - اس کی توضیح یہ ہے کہ کلمہ **لو** جب دو جملوں پر داخل ہوتا ہے تو اس میں سے پہلا جملہ شرط ہوتا ہے اور دوسرا جزا جزا کے حکم کو منتفی کر دیتا ہے شرط کا منتفی ہو جانا ۔ غرض ان دونوں جملوں سے پہلا جملہ سبب ہے اور دوسرا جملہ حکم ۔ پس جب سبب منتفی ہو جائے گا تو حکم بالضرور منتفی ہو جائے گا ۔ اس صورت میں یہی کہنا ہوگا کہ مشیت منتفی ہے تو تمام خلائق کا ایمان لانا بھی منتفی ہو جائے گا ۔ جب یہ حالت ہے تو ایک دین ہی سارے جہاں میں نہ پھیل سکیگا تو عدالت تمام دنیا میں کیونکر قائم ہو سکیگی ۔ اور جو شخص ان تحقیقات کو نہیں جانتا اور قرآن کے بھیدوں پر واقف نہیں ہو سکتا حدیث مذکور کے معنی میں اوبجھ کر کبھی سلجھ نہیں سکتا ۔ اگر تم مذکورہ آیتوں سے حدیث یملاء الارض قسطا وعدلا کو مطابق کرنا چاہتے ہو تو تم کو یہ کہنا چاہئیے کہ حدیث میں جو لفظ الارض مذکور ہے اس سے زمین کا ایک قطعہ مراد ہے چنانچہ آیت الارض یرثہا عبادی الصالحون ب ۱۱ ف سے

زمین مقدس یا جنت کی زمین مراد ہے اور نیز حدیث بخاری جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے ذکر کیجاتی ہے "حضرت رسول اللہ صلعم نے نماز عشا اپنی آخر حیات میں ہمارے ساتھ پڑھی اور جب سلام سے فارغ ہوئے اوٹھے اور فرمایا کہ مجھ پر تمہارے اس رات کا انکشاف ہوا اور وہ یہ ہے کہ ایک سو (۱۰۰) برس کے بعد جو شخص کہ اس وقت زمین پر ہے باقی نرہے گا۔" وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں جو لفظ الارض مروی ہے اُس سے زمین مدینۃ الرسول مراد ہے۔ یعنی اس وقت مدینہ میں جو لوگ ہیں وہ سو (۱۰۰) برس کے بعد باقی نرہینگے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص باقی نہ رہے گا۔ اور اگر اس سے استغراق مراد لیا جائے تو حدیث مذکور کے معنی درست نہونے کے علاوہ جمہور کے مذہب سے بھی خلاف ہے کہ ان اقوال میں الارض میں جو الف لام ہے وہ الف لام عہد خارجی ہے اسی طرح یملا الارض قسطاً و عدلاً میں بھی جو الف لام ہے وہ بھی عہد خارجی ہے اس صورت میں حدیث مذکور کے یہ معنی ہوں گے کہ مہدی جب ایسی زمین پر تشریف فرما ہوں کہ وہ جور و ظلم سے بھری ہوی ہے تو اُس کو عدل و انصاف سے معمور کر دیں گے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے گا کہ اس تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہدیؑ ساری امت محمدیہ پر دعوی نکریں گے کیونکہ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ حضرت مہدی امت محمدیہ پر مبعوث ہیں عام ازیں کہ وہ امت ایک قطعہ زمین پر ہو یا چند قطعوں پر۔ اور نیز اس بات کو معلوم کرنا چاہئے کہ عدالت سے پر کر دینے سے کیا مراد ہے۔ مخفی نہ رہے کہ اس سے صرف اشاعت ہدایت مراد ہے کیونکہ ہدایت کے راستہ پر پہنچا دینا مہدیؑ کی قدرت سے باہر ہے جیسا کہ

یہ امر آنحضرتؐ کی قدرت سے بھی باہر تھا کیونکہ آنحضرتؐ نے ابو طالب کو زبردست دلائل اور روشن برہانوں سے اسلام کی تعلیم فرمائی اور سمجھانے میں نہایت مبالغہ سے کام لیا اور سیدھی سادی تقریر سے نہایت دلدہی کے ساتھ تبلیغ کی مگر ابو طالب نے ابو جہل کی بات مان لی اور ہدایت رسول اللہ سے نہایت ترش رو ہوکر منہ موڑ لیا اور گمراہی کی طرف بہت ہی خندہ پیشانی سے متوجہ ہوئے تاآنکہ اون کا انتقال ہوگیا اس سے ثابت ہے کہ ہدایت کیطرف پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو حضرت رسول اللہؐ مہدیؑ یا عیسیٰؑ سے ظاہر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر ہم چاہتے تو ہر ایک نفس کو ہدایت دیتے" تو معلوم ہوا کہ یہ خاص منصب اللہ جل شانہ کا ہے جس میں کسی نبی مرسل اور ولی کامل کو گو وہ خدا کا خلیفہ بھی ہو دخل نہیں ہے اور نیز اللہ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تم جس کو چاہتے ہو ہدایت نہیں سکتے"۔ اور چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ خسف کی حدیث مہدی پر صادق نہیں آتی کیونکہ اوس میں مہدیؑ کا قصہ ذکر نہیں کیا گیا ہے اور جن حدیثوں میں مسلم نے خسف کا ذکر فرمایا ہے اون میں سے یہاں کچھ حدیثیں ذکر کیجاتی ہیں" حضرت حفصہؓ سے یوں روایت ہے کہ نبیؐ سے انھوں نے سنا ہے کہ بیت اللہ اس لشکر سے مامون رہے گا جو اس پر چڑھائی کرے گا جب کہ وہ بیدا میں اتریں گے ان میں سے لشکر کا درمیانی حصہ زمین میں دھنس جاویگا اور اول لشکر آخر لشکر کو اسکی آواز دے گا پھر وہ دھنس جائیں گے بالاخر ایک شخص باقی رہے گا جو کہ لوگوں کو لشکر کے دھنسنے کی خبر دیوے۔

اور نیز عبداللہ بن صفوان سے مسلم میں روایت ہے۔ "ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ کعبہ میں ایک قوم پناہ لے گی جن کو قدرت اور کچھ سامان نہ ہوگا۔ ایک لشکر اون پر چڑھائی کرے گا اور یہ لشکر بیدا میں پہنچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا پس دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت نہیں کرتی ہیں کہ خسف کا واقعہ کسی جماعت اور زمانہ سے مخصوص ہے چہ جائیکہ اس واقعہ کو مہدیؑ سے خصوصیت ہو پس یہ احادیث مہدیؑ سے متعلق نہیں ہیں۔ اور صحیح حدیثوں سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ابن زبیر کے زمانہ میں خسف ہوا تھا چنانچہ مسلم نے اپنی صحیح میں عبید اللہ القبطیہ سے روایت کی ہے "عبید اللہ بن قبطیہ سے روایت ہے کہ حارث بن ربیعہ اور عبید اللہ بن صفوان ام سلمہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور اون سے اس لشکر کے باب میں پوچھا جو ابن زبیرؓ کے زمانہ میں زمین میں دھنس جائے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ وہ شخص بھی دھنس جائے گا جو انکی معیت سے کراہیت کرتا ہو فرمایا کہ وہ بھی دھنس جائے گا مگر اپنی نیت کے موافق مبعوث ہوگا" نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض نے ابو الولید کتانی سے روایت ہے کہ ام سلمہ معاویہ کی خلافت میں وفات پائی اور ۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی تو یہ ابن الزبیر کے زمانہ کو نہیں دیکھیں اس صورت میں ام سلمہ کے قول سے استدلال درست نہیں ہے مگر قاضی عیاض نے یہ بھی کہا ہے کہ ام سلمہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی حضرت مصنف (مترجم کے جد اعلیٰ) فرماتے ہیں کہ قاضی صاحب کا قول ام سلمہؓ کی وفات میں مضطرب ہے کیونکہ دو متعارض قول قاضی صاحب سے ام سلمہ کی وفات میں مروی ہیں

پس استدلال کے لائق نہیں ہیں۔ مگر نووی کہتے ہیں کہ ام سلمہ رضی کا یزید بن معاویہ کے زمانہ میں وفات پانا ہی صحیح ہے کیونکہ جس نے یزید سے ابن زبیر کی لڑائی کا ذکر کیا ہے اس نے اور اس کے سوا دوسرے لوگوں نے جیسے ابو عمر بن عبد البر نے کتاب استیعاب میں اور نیز ابو بکر ابن ابی خیثمہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ ام سلمہ رض یزید بن معاویہ کے زمانہ میں وفات پائیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابو الولید کا قول ضعیف ہے کیونکہ وہ خبر واحد ہے اور نووی کے ساتھ جماعت ہے پس خسف کا واقعہ ابن زبیرؓ کے زمانہ میں ہونا درست ہے۔ اس صورت میں حدیث مذکور خسف کو شرائط اور علامات مہدیؑ میں شمار کرنا جائز نہ ہوگا۔ غرض اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ علامات مہدیؑ جو احادیث میں مذکور رہیں وہ مہدیؑ پر صادق ہیں۔ مگر وہ حدیثیں جو آپ کی شان میں نہیں ہیں وہ آپ پر صادق نہیں اور نہ ان پر صادق ہو رہے ہیں۔ پس یہ ان لوگوں کا جواب ہے جو اپنے بحثوں میں مذکورہ احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور جن کے طرف سننے والوں کے افہام سبقت کرتے ہیں اس کی اس وجہ سے تفصیلی بحث کی کہ اس مقام میں پاؤں پھسل جاتے ہیں اور لوگوں کے عقول متحیر ہو جاتے ہیں۔ یہ امر بھی اس جگہ لائق اظہار ہے کہ مہدیؑ مجتہد نہیں ہیں کیونکہ مجتہد پر لازم نہیں ہے کہ اس کی رائے ہمیشہ صواب پر ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس سے کبھی صواب ہو اور کبھی خطا۔ پس اگر مہدیؑ بھی مجتہد ہوں گے تو وہ کبھی صواب پر ہوں گے۔ اور کبھی خطا پر اور یہ امر باطل ہے۔ صغری یعنے مجتہد ہونے کا ابطال اس وجہ سے ہے کہ

مہدی معصوم ہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ چنانچہ حدیث ابن ماجہ حاکم و ابونعیم سے آپ کا خلیفۃ اللہ ہونا ثابت ہے۔ اور جب آپ اللہ کے خلیفہ ہیں تو آپ کا معصوم ہونا واجب ہے تو آپ مجتہد نہ ہوں گے کیونکہ مجتہد خطا کرتا ہے اور اکبری کا ابطال اس وجہ سے کہ مجتہد معصوم نہیں ہے کیونکہ مجتہد کی شان میں یہ تصریح نہیں ہوئی کہ وہ معصوم ہے عقلی نہ نقلی۔ پس وہ معصوم نہ ہوگا۔ پس مہدیؑ مجتہد نہیں ہے۔ اور جس نے آپ کو مجتہد کہا اس نے فاحش خطا کی۔ اس صورت میں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ مہدیؑ قول و عمل میں معصوم ہیں۔ آیندہ مباحث میں ہم مہدیؑ کے احکام ذکر کریں گے۔ اور نیز مہدویہ کے معتقدات کو صراحت کے ساتھ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب ہم کچھ سوانح کا ذکر کرتے ہیں حج سے واپس ہونے کے بعد آپ نے سندھ کے ممالک سے نواح خراسان کا ارادہ فرمایا۔ پس آپکی خبر ایک شہر سے دوسرے شہروں میں پہنچنے لگی تاآنکہ آپ کی خبر خراسان میں مشہور ہوگئی۔ تاآنکہ امیر ذوالنون نے آپ کی آمد کے اخبار سنے۔ پس آپ کی ملاقات کے لئے دشوار گزار و دور دراز کے بیابانوں کو طے کرتا ہوا حضرت کے قیام گاہ پر حاضر ہوا اور کچھ دور فاصلہ پر شاہی خیمے نصب کئے گئے۔ امیر ذوالنون ایک صاحب شوکت شخص تھا۔ اور اس کی دولت جابر بادشاہوں میں غالب سمجھی جاتی تھی۔ پس ذوالنون نے آپ سے ملاقات کا خیال کیا اور آپ کی مہدویت کا امتحان لینے کا خیال دل میں جاکر حاضر ہوا اس خیال سے کہ اگر آپ اپنے

دعوئی میں سچے ہیں تو فھوالمراد ۔ اور اگر نعوذ باللہ جھوٹے ہیں تو
عاکمان عالی مقدار کا ایسے لوگوں کو دھمکی دینا ضروری ہے جن کے جھوٹے
اور بے اصل دعووں اور نیز دھوکہ دینے والی دل چسپ تقریروں
سے مسلمان اپنے سچے عقاید سے پلٹ جاتے ہیں پس اپنے شاہانہ احتشام
سے اور خاقانی شوکت سے تلواریں کھینچی ہوی اور سر توڑنے والی
گرزوں کو اٹھائے سواروں کے ساتھ اس وقت حاضر مجلس ہوا جبکہ
آپؑ تفسیر قرآن اور اس کے باریکیوں کے اظہار میں مصروف تھے ۔
ذوالنون نے جبکہ مجلس میں زیادہ تر ہجوم دیکھا اور اس کو شاہانہ شوکت
کے ساتھ جلوہ افروزی کیلئے کوئی خاص جگہ نہیں ملی حیران و متفکر کھڑا
رہ گیا کیونکہ آپ کے فقراء گو امرا کے درباروں میں ذلیل سمجھے جاتے
ہوں مگر ذوالنون کے سامنے وہ اپنے ملکوتی ہیکلوں اور قدسی لباس
میں ظاہر ہوے اس حالت میں کہ ان کی سیادت کا درخشاں ستارہ ذوالنون
کے دل پر چمک گیا ۔ اور ان کے آداب کے بادلوں سے صاف پانی ان کے
دشمنی کے شعلوں پر برس گیا جبکہ وہ معانی ۔ قرآن کے دریاؤں میں تیر
رہے تھے اور فرقانی امواج کے طلاطم میں ڈوبے ہوئے تھے ۔ ذوالنون
نے ایک بالشت جگہ آپ کے مبارک غالیچہ پر نہیں پائی ۔ پس ایک طرف
مضطربانہ حالت میں کھڑا ہو گیا ۔ تا آنکہ مہدیؑ نے ذوالنون کو بیٹھنے کی
اجازت دی پس ذوالنون بیٹھ گیا اور دہشت کے دریا میں غوطہ زن ہوا
قرآن کے چھپے ہوے بھید سُنے پس جب مہدیؑ فارغ ہوے ذوالنون ایک

امر مشکل میں پڑا اور صاف میدانوں کی سیر کرتے کرتے اس کو گہرے غار دکھائی دیئے کہا کہ میں سنا ہوں آپ مہدیت کی دعوت کرتے ہیں مہدیؑ نے جواب دیا کہ بے شک دعوت کرتا ہوں ذوالنون نے عرض کیا کہ میں نے حدیث میں دیکھا ہے کہ مہدی کو پانی نہیں ڈبائے گا آگ نہیں جلائیگی اور تلوار نہیں کاٹے گی آپ نے فرمایا کہ تم آزمالو۔ ذوالنون کھینچی ہوئی چمکتی تلوار اوٹھایا اور ایک وار چلایا ساتھ ہی گر گیا پھر دوبارہ خشمناک اٹھا آپ نے فرمایا دوبارہ پھر آزماؤ۔ ذوالنون نے پھر تلوار چلائی اور حملہ آور شیر کی طرح سے حملہ کیا دوبارا پھر گر گیا غرض ذوالنون ڈرنے لگا پھر آپ نے فرمایا کہ اور آزما لیا جائے۔ ذوالنون نے تیسرے بار مضبوط ارادے سے حملہ کیا فوراً چیت گر گیا اور اپنی کوشش میں ناکامیاب رہا۔ علاوہ اس کے اس کا بازو زخمی ہوگیا اور بازو پر چوٹ لگی۔ اس طرح کہ اعضا اور جوڑ بیکار ہو جانے کے قریب تھے۔ پس ذوالنون اپنی گستاخی اور ہرزہ گوئی کا پورا یقین کرلیا۔ جب کچھ افاقہ پایا تو دل سے تائب ہوا اور اس امر کی بیّن شہادت دی کہ بیشک آپ مہدی موعودؑ ہیں اور آپ ہی اللہ جل شانہ کے خلیفہ ہیں مجھے تلقین فرمائیے اور مجھ پر بزرگوں کے رشحات چھڑک دیجئے اور اپنے خدائے برتر کے پاس میرے لئے مغفرت طلب فرمائیے اور رحمت کے بادلوں اور برکت کے ابروں سے مجھ پر پانی برسائیے میں نے ان بیہودگیوں سے توبہ کی ہے اور ان لاف وگزاف سے مغفرت چاہی ہے جو مجھ سے سرزد ہوئی تھیں۔ اس کے بعد مہدیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی اور

اپنا سر آپ کے روبرو عاجزی سے جھکا لیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھ کو حکم دیجئے کہ آپ کے دشمنوں کی گردن ماروں اور برچھیوں کے سروں کو عناد والوں کے سینوں میں چبھو دوں۔ مہدیؑ نے فرمایا کہ میں خدا کے سوا کسی اور سے مدد نہیں چاہتا مجھے تمھاری مدد کی حاجت نہیں ہے اور تمھاری اعانت کی پروا نہیں ہے۔ تم اپنی تیز تلوار اپنے خبیث دشمن پر چلاؤ کہ وہ نفس ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت سیدنا مہدیؑ فرماتے تھے کہ رسول اللہؐ کے اصحاب مہاجرین اور انصار تھے اور میرے اصحاب صرف مہاجرین ہیں اور روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ ولایت خاصہ محمدیہ مجھ پر ختم ہوئی۔ اور روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بلاواسطہ تعلیم اور امر فرماتا ہے اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں وغیرہ کے واسطہ بغیر تعلیم ہے میں کہتا ہوں کہ نبوت کی شان ایسی نہیں ہے نبوت کیلئے ملکوتی واسطہ اور قدوسی ذریعہ کی اشد ضرورت ہے پس اللہ سبحانہ مقام نبوت میں کسی نبی سے کلام وخطاب بالمشافہ نہیں فرماتا بلکہ وحی کے ذریعہ سے پردہ سے خطاب فرماتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور کسی بشر سے مقام نبوت میں اللہ تعالیٰ نے بغیر وحی یا پردہ کے خطاب نہیں فرمایا۔ مگر ولایت مطلقہ کے مقام میں خصوصاً اس مقام میں جہاں کہ ولایت محمدیہ کا اختتام ہے یہ حالت نہیں ہے بلکہ اس جگہ واسطہ کا نہ ہونا ضرور ہے کیونکہ ولایت صرف اللہ کا تقرب ہے۔ اور بیا مرو اسطہ اٹھ جانے کا طالب ہے۔

اور نبوت الٰہی احکام کے خبر دینے کا نام ہے جو مغائرت کا طالب ہے
اس مقام میں واسطہ کی ضرورت ہے۔ پس دونوں میں فرق ہے اور
یہ دونوں علیحدہ ہیں۔ اس امر کو جاننا ہوگا کہ قرآن ہر ایک چیز کی تفصیل
و بیان ہے جس میں اہل ارض اور اہل سماء کی حالت جو ظاہر اور آیندہ
ہونے والے ہوں یا پرانے گزرے ہوئے واقعات ہوں مذکور ہیں اسی
واسطے اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ "اے محمدؐ تم پر ہم نے قرآن اوتارا ہے جو ہر
چیز کیلئے ظاہر دلیل ہے"۔ اور اسی طرح قرآن کی ہر ایک آیت ایک
موج زن دریا ہے برستا ہوا بادل ہے۔ جو بڑے بڑے گھاٹیوں اور
پہاڑوں پر زور سے برستا ہے چنانچہ اس امر پر حدیث صحیح دلیل ہے
کہ قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت نہیں اُتری ہے جس کے لئے ظاہر
و باطن اور حد و مطلع نہو بعض علماء نے اس کی شرح میں بیان فرمایا ہے
کہ ہر ایک آیت کے واسطے ساٹھ معانی ہیں جو فہم میں آسکتے ہیں
اور اس کے سوا اور معانی ہیں جو سمجھ سے دور ہیں وہ بہت ہی زیادہ
ہیں اور بعضوں کا یہ مقولہ ہے کہ قرآن کے دو سو ستہتر علم ہیں اور ہر ایک
کلمہ کیلئے ظہر و بطن ہے اور حد و مطلع ہے۔ اور اسی ایک کلمہ میں جامع
علوم کی طرف رہنمائی ہے اور حضرت علیؓ کا قول بھی اس کے طرف اشارہ
فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کو لاد
سکتا ہوں امام فخر الدین رازی نے اسی وجہ سے جرأت کے ساتھ فرمایا
کہ سورۂ فاتحہ کے عمدہ عمدہ فائدوں میں ممکن ہے کہ میں دس ہزار مستلے

بیان کر سکوں۔ پھر ترقی کر کے فرمایا کہ صرف اعوذ باللہ میں دس ہزار مسائل یا اس سے کچھ کم و زیادہ نکل سکتے ہیں۔ وہ ایسے مسائل نہیں ہیں جو فضول اور غیر ضروری ہوں بلکہ یہ سارے ضروری اور معتبر ہوں گے خلاصہ یہ کہ قرآنی معانی مرتبوں سے ہر ایک مرتبہ کو اگر انسان سمجھ لے اور اُس پر عمل کرے تو وہ مرتبہ کی تحصیل پر دلیل ہو جاتی ہے یعنی صرف عمل کی وجہ سے دوسرے مرتبہ کا علم حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح ہر ایک عمل دوسرے مرتبہ کے سمجھنے کی دلیل ہے پس اس کے اخیر حد تک پہنچنا بغیر رسول اللہؐ اور آپ کے تابع اور بعد آنے والے جوابات محمدیہ پر دعوت علم احسان کیلئے مبعوث ہوا کسی کو حاصل نہیں۔ غرض قرآن شریف دو علموں کو شامل ہے۔ ایک علم شرائع۔ دوسرا علم حقائق اور ان دونوں علموں کے بیان کیلئے دو زبانوں کی ضرورت ہے پہلی زبان شرعی ہے جس سے پیغمبر تکلم فرماتے تھے اور دوسری زبان تحقیقی ہے جس سے مہدیؑ متکلم تھے پس رسول اللہ نے شرعی زبان سے احکام شرعی کا بیان نہایت ناصحانہ اور حکیمانہ طریقہ پر ایسی نرمی کے ساتھ فرمایا کہ بعض نہ پہلے اور ظاہر عداوت اور باطنی دشمنی خاص دعوت کی وجہ سے پیدا نہ ہو اور ایسے احکام نہیں فرمائے جن کا عمل کرنا دشوار تھا کیونکہ وہ فی نفسہا مشکل ہونے کی وجہ سے عامل کیلئے ان کا اختیار کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور پہلے پہل جن لوگوں کو شرف اسلام حاصل ہوا انہیں احکام پر عمل کرنے کی قوت نہیں تھی پس ان وجوہ سے رسول اللہ

مسلمانوں کو وہ احکام کی تبلیغ فرمائی جس کا عمل اوائل اسلام میں
ممکن تھا اور یہ محض آنحضرتؐ کی شفقت اور اللہ کی رحمت کا مقتضیٰ تھا
جو اس طرح عمل کیا گیا اور آہستہ اور بتدریج ان کو اصول دینی اور مسائل
شرعی کی تعلیم کی گئی چنانچہ بعض اصحاب سے یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ
کا ہم پر پورا احسان ہے کہ ہم اول مشرک تھے اگر رسول اللہ سارے
دینی مسائل کو ایک ہی دفعہ ہم پر ظاہر کر دیتے اور ان کی تعلیم کا حکم
دیتے تو ہم پر یہ بڑی مصیبت ہو جاتی اور اسلام میں داخل نہ ہو سکتے
لیکن ہم میں رسول نے نرمی اور تدریجی طور پر دین کی تبلیغ فرمائی تا آنکہ
دین کامل ہوا اور شریعت پوری ہو گئی اور جبکہ حضرت تئیس ۲۳ برس کی مدت میں
شریعت کی تکمیل فرمائی اور حقیقی لسان سے ان احکام کے بیان کا ارشاد
فرمایا جو حقائق سے متعلق تھے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے اظہار سے روکا
اور عام طور پر اس کی تبلیغ کی اجازت نہ دی تاکہ عام لوگوں پر دشوار اور
آسان مزاجوں پر متعذر نہ ہو جائے کیونکہ حقائق کے احکام و مسائل دشوار
ہیں جن کی عادت سے گمان ہوتا تھا کہ لوگوں کے ارادے پست ہو جائیں گے
گو ان کی طبیعتیں بڑی بڑی محنتوں کی برداشت کرتی تھیں مگر چونکہ ان
مسائل پر جو شرعی عادت پر ہو کر زیادہ مدت نہیں گزر رہی تھی لہٰذا
ان مشکل احکام کی حفاظت آنحضرتؐ نے حکمت الٰہی کی خواہش سے کی
جن کے چھپانے کے لئے آپ کو ازلی ارشاد ہو چکا تھا اور علم حقائق کو
راز میں رکھا اور زبردست محققوں جیسے علامہ روزبہان وغیرہ نے بھی لکھا

اسی امر کو ظاہر فرمایا ہے چنانچہ تفسیر عرائس میں علامہ نے ذکر کیا ہے "کہ اگر میں اُن سے مقام حقیقت میں گفتگو کرتا تو انکے عقول اڑ جاتے اور ساری خلق جاہل رہ جاتی۔ الخ" یہ قولِ رسول مقبول ہے آپ نے جب لوگوں کا یہ حال دیکھا اور ان کے سمجھ کی طاقت کے موافق تعلیم فرمایا اور دعوت کے طور پر حقایق کا بیان فرمانا ترک کیا مگر آپنے بالکل حقائق کی تعلیم و تلقین ترک نہیں کی یعنی اسکو کالعدم نہیں فرمایا بلکہ آپ جس کو نبوت کے نور اور ایمان کی درخشندگی کے لائق ملاحظہ فرماتے تھے انھیں انکی قوت برداشت کے موافق بتاتے اور اس کے ساتھ اسکے چھپانیکا بھی حکم کر دیتے کیونکہ عوام کی عقل ایسی بلند پرواز نہ تھی جو ان لاہوتی مسائل کا تحمل کر سکے۔ چنانچہ اسی امر کی طرف جس کا میں نے بیان کیا ہے صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اشارہ کرتی ہے ابو ہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ "میں رسول اللہ صلعم سے دو برتن (دو علم) پایا ہوں ایک کو ظاہر کر دیا اور دوسرے کو ظاہر کروں تو میرا گلا کٹ جائے گا۔ ارشاد الساری شرح بخاری میں مذکور ہے کہ اس برتن سے علم اسرار مراد ہے جو غیروں سے محفوظ ہے اور ان لوگوں سے مختص ہے جو ارباب معارف و مشاہدات اور علما باللہ ہیں یہ علم دراصل علم شرائع و عمل کا نتیجہ ہے اور اس علم کی اطلاع ان لوگوں کو ہوتی ہے جو مجاہدات کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور اس امر میں انھی لوگوں کا بخت یاری دیتا ہے جو مشاہدے کے انوار سے برگزیدگی حاصل کئے ہیں۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ احکام کو

دعوت کے طریقہ پر بیان نہیں فرمایا بلکہ ان مقدس احکام کا اظہار اس شخص پر موقوف رکھا جو اس بڑے منصب اور اس عمدہ اور شریف عہدہ کیلئے ازل سے منتخب ہوا ہے اور وہی شخص اس خاص منصب کا خاتم بھی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک عترت اور امت میں آپ کی آل کا خلاصہ ہے اور رسول اللہؐ نے اس امر کی صراحت فرمائی کہ "اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا دراز کردے گا کہ اس میں حضرت مہدیؑ مبعوث ہو جائیں" اور وہ میری اہل بیت سے ہیں ان کا نام میرا نام ہے ان کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہے" چنانچہ ابوداؤد نے یہ روایت کی ہے پھر آنحضرت نے اپنے بیان کے ارکان کو مہدیؑ کی تصدیق کے واجب ہونے اور آپ کی اتباع اوامر و نواہی میں فرض ہونے کو اور بھی موکد کردیا اور یہ بھی صراحت کی کہ مہدیؑ خلیفۃ اللہ ہے اور یہ روایت حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ "رسول اللہ نے فرمایا تمہارے کنز (یعنی خلافت) کے پاس تین شخص خلیفوں کے بیٹوں میں سے لڑیں گے اور یہ خزانہ کسی کو نہ ملیگا پھر کالے جھنڈیاں نکلیں گے مشرق میں اور تم سے سخت لڑیں گے اس طور پر کہ کسی نے ایسا نہ لڑا ہوگا پھر سب کے بعد مہدیؑ خلیفۃ اللہ کا ظہور ہوگا اس سے تم بالضرور بیعت کرو گو تم کو برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ مہدیؑ خلیفہ خدا کا ہے کہ اس حدیث کو حاکم اور ابونعیم نے روایت کی ہے ان دونوں حدیثوں سے چند امور ظاہر ہوئے۔ پہلا یہ کہ مہدی کا

مبعوث ہونا اتنا ضروری ہے کہ دنیا کا انقطاع آپ کے مبعوث ہونے کے بعد ہی ہوگا اور دوسرا یہ کہ لڑائی کا خلفا میں خلافت پر ہونا ضروری امر ہے۔ تیسرا یہ کنز سے مراد حدیث مذکور میں خلافت ظاہری ہے یعنی جبروتی سلطنت جس طرح کہ عام سلاطین میں ہوتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ در اصل خلافت رسول اللہ کی مدت تیس (۳۰) برس ہے اور اس کے بعد بادشاہ ہوں گے جن میں ہر ایک دوسرے کو کاٹتا ہوگا اور خلافت اور کنز کے نزدیک قتال کا واقع ہونا اسی معنی کو قوی کرتا ہے۔ اور مہدی موعود کے لئے خلافت ظاہری نہیں یہ خلافت اس مہدی سے مختص ہے جو بنی اسحاق سے ہوگا اور مہدی موعودؑ جس سے بحث ہو رہی ہے وہ بنی اسمٰعیل ہے جو فقیر تنگدست مبعوث ہوگا الحمد للہ اسی طرح آپ پیدا ہوئے غرض اس خلافت سے سلطنت قاہرہ مراد ہے نہ کہ وہ روحانی سلطنت جس سے حضرات انبیا اور مرسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات موصوف تھے اور چوتھا امر یہ ہے کہ کالی جھنڈیوں والے لوگوں کا خراسان میں آنا اور ان کے ہمراہ حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہونا حدیث مذکور سے صاف طور پر اور کھلم کھلا ثابت ہے کیونکہ لفظ "ثم" جو حدیث مذکور میں موجود ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہدیؑ کا زمانہ جھنڈیوں والوں کے زمانہ کے بعد ہے۔ اس کے سوا کوئی امر حدیث سے مفہوم نہیں ہوتا۔ اور پانچواں امر یہ کہ مہدیؑ کا ظہور جھگڑوں کے فیصلہ ہونے کے بعد ہوگا۔ پس اس صورت میں

کالے نشانوں کا حضرت مہدی کے ساتھ ہونا مضمون حدیث کے مخالف ہے پس جس نے اس کا دعویٰ کیا اس نے معنی سمجھنے میں غلطی کی اور کچھ بھی نہیں سمجھا۔ چھٹا امر یہ کہ مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا حدیث مذکور سے ثابت ہے پس جس نے آپ کو سب جہتوں سے خلیفۂ رسول اللہ کہا وہ اس کی من گھڑت ہے اور حدیثوں کے معانی میں خلط ملط کرنے کی وجہ سے ہے۔

غرض جب آپ کی بعثت کا سورج چمک گیا آپ نے ولایت کے احکام کی کونیں امّت پر روشن کر دیں۔ یہ وہ چھپے ہوئے احکام اور عمدہ بھید تھے جو کسی پر نہیں کھلے تھے۔ اور صرف آپ کی دعوت سے ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ نے ان احکام کو اصولاً و فروعاً مرتّب فرمایا اور ان کی بنا در اصل شرعی اصول ہی ہیں مگر ان کے ادا میں زیادہ ترسختی ہے جو نبیؐ کے زمانہ میں عام اصحاب پر نہیں تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ تم بھوکے ہو اور اپنے کلیجوں کو پیاس سے سکھا دو شاید تم اپنے خدا کو بالمشافہ دیکھلو گے۔ جب شریعت و حقیقت کے اصول علیحدہ ہیں تو آپ نے حقیقی لسان سے خدا کی رویت کی طرف خلائق کی دعوت کی اور اس کے ساتھ ہی آپ شریعت پر سخت کاربند تھے پس ان دونوں جہتوں سے آپ کے دو منصب ہیں۔ ایک خدا کی خلافت دوسرا رسول اللہ کی خلافت یعنی آپ خلیفۃ اللہ ہیں۔ خلیفۃ اللہ اس وجہ سے ہیں کہ آپ احکام حقیقت کی طرف مستقلاً نہ دعوت کرتے تھے اور خلیفۂ رسول اللہؐ اس جہت سے ہیں کہ آپ پورے تابع شریعت تھے۔ پس اس حیثیت سے آپ خدا کے خلیفہ ہیں آپ کے

"ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ" میں ضمیر غائب کا مرجع اپنے کو فرمایا یعنی بیان قرآن مہدئ کی زبان سے ہوگا۔ کیونکہ خدا کے خلیفہ ہونے کی جہت سے آپ مفسرین میں اکمل ہیں پس اس حیثیت سے آپ کے قول کو ماننا واجب ہے۔ اور اس کے حق ہونے کا اعتقاد بھی ضروری ہے کیونکہ آپ خلیفۃ اللہ ہیں اور جو خدا کا خلیفہ ہوگا وہ خطا سے معصوم گا اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "مہدی میری آل سے ہے خطا نہیں کرے گا" پس شہادت عقلی و نقلی سے ہوئی کہ آپ معصوم ہیں آپ کے قول میں خطا نہیں۔ غرض انکا قول قابل اعتبار نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آپکی تفسیر اور مفسروں کے موافق ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ "ثُمَّ" تاخیر پر دلالت کرتا ہے چنانچہ آئمۂ نحاۃ اور آئمۂ اصول کا بھی یہی مذہب ہے عام ازیں کہ اس کی تاخیر زمان قریب تک یا بعید تک اور یہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا کہ اس تقدیر پر یعنی لفظ "ثُمَّ" کے متراخی ہونے کی تسلیم پر قرآن پر عمل نہیں ہوسکتا کیونکہ جب قرآن کے معنی ہی بیان نہ ہوں تو اُس کے پیش کردہ کسی بھی امر و نہی پر کس طرح عمل کیا جائیگا۔ پس اس صورت میں قرآن کے کسی حکم پر عمل نہیں ہوسکیگا اور یہ بات خلاف نفس الامر ہے کیونکہ ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ قرآن کی آئتیں کئی قسم پر ہیں۔ پہلی قسم یہ کہ قرآن کی بعض آئتیں ایسی ہیں جو عبادات و معاملات کو شامل ہیں اور دوسری قسم یہ کہ قرآن کی بعض آئتیں ضروری عقائد ہیں کہ اُن کے بغیر ایمان کا دل میں استقرار نہیں ہوسکتا۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ قرآن کی بعض آئتیں انبیاء وغیرہ کے

قصوں سے متعلق ہیں جن کے سننے والوں کو یقین ہو جاتا ہے۔ اور چوتھی قسم یہ کہ قرآن کی بعض آیتوں میں معارف اولیاؤ ہوتی حقائق کا بیان مختصر متشابہ ہے اور الفاظ قرآنی اور کلیات منزّلہ سے اُن کے حقیقی معانی کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ پس پہلی چاروں قسمیں جن احکام و اسرار کو شامل تھیں وہ ساری خلائق پر ظاہر ہو گئیں اور عرب و عجم اُن پر عامل ہو گئے اور اُن کا ظہور اُسی زمانے میں ہوا جبکہ آفتاب شریعت یعنی محمدؐ رسول اللہ ؐ کی کرنیں آفاق عالم پر پڑ رہی تھیں۔ مگر پانچویں قسم جو خاص علم حقائق اور اللہ جل شانہٗ وتعالیٰ برہانہ کی ذات و صفات سے متعلق تھا اور اس لئے کہ اُس زمانے میں اسلام کا نیا زمانہ تھا اور خلائق اُن زبردست مسائل کی جو علم حقائق کے اصول و فروع ہیں برداشت نہیں کر سکتی تھی اور یہ بھی خوف تھا کہ اس کی قصور ادا میں کہیں اللہ جل شانہ کا عتاب نہ اُتر جائے حضرت سیدنا محمدؐ رسول اللہ ؐ نے اس علم کو عموماً نہیں بیان فرمایا تھا پس یہ علم مخفی رہا اور ان بھیدوں کا ظہور حضرت مہدیؑ کے زمانہ تک نہ ہوا اللہ تعالیٰ کا ان پر درود و سلام ہوتا رہے جبتک کہ دو کیھر بنا آفتاب چمکتا رہے۔ پس قرآن شریف اُن اقسام کے اعتبار سے جو شریعت سے متعلق ہیں ظاہر ہے اور اُس قسم کے اعتبار سے جو حقیقت سے متعلق ہے ظاہر نہیں ہے کیونکہ ان آیتوں کی معانی جو حقیقت سے متعلق ہیں اُن کا ظہور دعوے کے طور پر رسول اللہ ؐ کے زمانے میں عوام پر نہیں ہوا تھا اور اس میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض تاویلیں رسول اللہ ؐ کے زمانے میں نہیں ہوئیں چنانچہ معالم التنزیل میں

مذکور ہے کہ قرآن میں بعض ایسی آیتیں ہیں جنکی تاویل اُن کے نزول کے پہلے ہوئی اور بعض کی تاویل رسول اللہ ؐ کے زمانے میں ہوئی اور بعض کی تاویل آخر زمانے میں ہو گی اور بعض کی تاویل قیامت میں ہو گی انتہیٰ۔
اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف کے سارے آیتوں کی تاویل رسول اللہ ؐ کے زمانے میں ہونا کوئی واجبی امر نہیں ہے اسی طرح آیت "ثم اِن علینا بیانہ" کی تاویل جو داپنے منصوصہ لفظوں سے تاخیر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ؐ کے زمانہ میں نہیں ہوئی بلکہ اس کا اظہار حضرت سید نا مہدیؑ کے زمانہ میں ہوا پس اس بحث سے اعتراض مذکور کی بنیاد ہل گئی۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ لفظ (بیانہ) میں جو ضمیر ہے وہ قرآن شریف کی طرف راجع ہوتی ہے اس صورت میں جبکہ اس سے ایک قسم مراد ہو تو اس سے بعض قرآن مراد ہو گا اور حالانکہ اس کا مرجع سارا قرآن ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن جیسا سارے قرآن پر بولا جاتا ہے اسی طرح قران کے ایک حصہ پر بھی کہا جاتا ہے چنانچہ صحابہ کے محاورے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ مقولہ تھا کہ قرآن فلاں مسئلہ میں اُترا۔ پس اس آیت میں پورا قرآن مراد نہیں ہے بلکہ اس سے بعض قرآن یعنی ایک حصہ مراد ہے' اور اس حصہ سے وہ نصوص مراد ہیں جو علم حقائق سے متعلق ہیں پس اس تقریر سے ثابت ہوا کہ بیان حقایق عام طور پر رسول اللہ کے زمانہ سے متراخی ہے پس اعتراض اُٹھ گیا اور حق ظاہر ہو گیا محقق دوانی نے شرح ہیاکل النور میں جو حکیم الٰہی شیخ مقتول کی ہے لکھا ہے "ثم اِن علینا بیانہ" میں جو "ثم" موجود ہے تراخی کے لئے ہے اور اس سے

یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حقائق کا اخیر تک پورا کشف اور وہ منزلہ عقود تیں جن کے مفہومات نہایت باریک ہیں جو خاتم پر اُتری ہیں اور کامل طور پر ظاہری پیرایوں اور تشخصی لباسوں سے انکا تجرید حضرت سیدنا رسول اللہ صلعم کے مبارک زمانہ سے متراخی ہے کیونکہ وہ یہ بیان فارقلیط کے زمانہ میں ظاہر ہوگا کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم کی خاص ولایت کا مظہر ہے اور یہ اسرار حکم نبوت کے اقتضا سے مظہر خاص ولایت پر جس سے مہدیؑ مراد ہیں موقوف تھے کیونکہ استعداد زمانی اسی تاخیر کی مقتضی تھی۔ پس یہ امر ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم نے جبکہ لوگوں کے طبیعتوں کے حالات اور انبیاء کی پیروی اور ان کی اتباع کو اصحاب اور امت میں ملاحظہ فرمایا باوجودیکہ وہ اسلام و ایمان میں بالکل نئے تھے احکام علم معرفت و احسان کی اُنھیں تعلیم نہیں کی کیونکہ معرفت و احسان کے احکام شریعت سے زیادہ تر سخت اور گراں تھے پس اُن کو آپ نے ان احکام کی تبلیغ نہیں کی اور وہ مقدس اسرار کی جو آپکو خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوئے تھے اُن کو خبر نہیں دی اور ان کے بیان کا حوالہ اپنی عترت سے اُس شخص پر فرمایا جو ان میں افضل تھا کیونکہ وہ اپنے امت میں خدا کا خلیفہ ہے پس بالضرور سب سے افضل ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ معصوم ہے۔ تاکہ وہ اپنی امت پر اللہ کی نعمتوں کا دسترخوان کھولدیوے اور اس واسطے رسول اللہ صلعم نے آپ کے آنے کو ضروریات دین سے گردانا اور آپ کی تصدیق سارے جہان اور عام لوگوں پر واجب کی۔ پھر آپ کے پاس خراسان سے گئے

بادشاہ کی طرف سے بڑے بڑے علماء بڑے دیدبہ اور خاقانی احتشام سے چند مشکل اعتراضات کے ساتھ حاضر ہوئے حضرتؑ نے فوراً اُن کے جوابات ادا کئے جس کے حسن بیان سے بڑے بڑے خطیب ساکت اور جس کی اسلوب سے عرب عربا حیران ہو گئے پھر اُن سب علما نے تصدیق کی اور ہاتھ پر بیعت کی جن میں سے ملا علی فیاض تھے جو علما میں سر سمجھے جاتے تھے اور ملا علی شروانی تھے جو صاحبان فہم میں بہت ہی افضل گنے جاتے تھے۔ اور نیز ملا گل و ملا عبد الصمد تھے۔ اور ایک روایت ہی ملا دور دیش و ملا عبد الصمد تھے۔ غرض یہ سارے آپ کی قدر سیانہ تحقیق سے بالکل لاجواب ہو گئے اور بالآخر اُن کو آپ کے خلیفۃ اللہ ہونے کا اقرار کرنا پڑا۔ ایک دن علی فیاض نے نہایت ادب کے ساتھ پیش گاہ عالی میں عرض کیا کہ اے خدا کے خلیفہ آپ کس تفسیر کے طریقہ پر بیان فرماتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ ساری تفسیریں رائے وقیاس سے بھری ہوئی ہیں اور میں خدا کا خلیفہ ہوں لہذا وہی کہتا ہوں جس کا مجھے خدائے علیم نے الہام کیا ہے اور میرے دل میں ملک الالہام نے وحی کی۔ پس میں خدا کی مراد اور شرع رسول بیان کرتا ہوں۔ پس جو تفسیر میری تفسیر کے مطابق ہے فبہا ورنہ وہ مردود ہے پھر آپ کی مبارک پیش گاہ میں علی فیاض پیش کئے گئے آپنے اُنھیں تلقین کی اور اُن پر یقین کے دروازے کھول دے۔ تاآنکہ علی الفیاض جمال کے دریا میں غرق اور کمال کے سمندر میں ڈوبنے لگے اور بزرگی کے بڑے دریا میں غوطہ لگائے اور کچھ ان کے سوا ہی علمانے

قدسی بشارت کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوے اور مبارک
شمائل اور آپ کے چمکتے ہوے بزرگیوں اور بزرگ حالات اور مبارک
روایتیں جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہوئیں من عن عرض کیا تا آنکہ انہوں نے
سلطان کے دل میں ایمان کی چمک سے چراغ روشن کر دیا اور منجملہ
اُن صفات کے جو اُنھوں نے بیان کئے یہ ہیں۔ کہ آپ بزرگ اخلاق اور
معزز خصائل سے متصف ہیں۔ اور جہاں جوان مردوں کا ہجوم ہوتا ہے
مقدم ہیں اور جہاں کہیں جوان مرد بڑبڑاتے ہیں آپ طلق اللسان
ہیں۔ بڑے بڑے معرکوں اور ہولناک واقعوں میں ثابت ہیں جب سواروں
کے درمیاں آپ حملہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے
ہیں کہ وہ موتے سرداروں میں یا ہیبت ناک موٹی گردن والا ببر یا نخیوں میں ہے
اللہ پر متوکل۔ اور فعل و قول میں شریعت کے تابع اللہ کی طرف بلانیوالے
اور اُس کے خلیفہ مسائل و احکام کی تبلیغ میں ہیں۔ آپ کا قول خاص
خدا کی مراد ہے اور آپ کو ہر ایک دن اللہ تعہ سے نئی نئی تعلیم ہوتی ہے۔
معاینوں اور تجلیوں کے دریا میں ڈوبے ہوے اور ذاتی و فعلی تجلیات
میں تیرنے والے ہیں اللہ کے حکم سے بات چیت کرتے ہیں اور شریعت
کا حکم فرماتے ہیں اور طریقت و حقیقت کی طرف بلاتے ہیں آپکا حال
رسول اللہ صلعم کے حال جیسا ہے پس بہت سے ظالم خونریز اور بہت سے
بیحیا مار ڈالنے والے مال و اقبال والے بزرگی اور جلالت والے جب
آپکے ساتھ ایک دو دن رہے سارے برائیوں سے توبہ کر گئے

سب عیبوں سے باز آگئے اور خوبیوں سے سنوارے گئے اور بہت سے چور اور چالاک اور بہت سے اُچکے سیاہ کار آپ کی مقدس مجلس میں آکر اہل کرامت بن گئے اور جس طرح کہ اہل مرتبت کی عادت ہے الٰہی اشتغال میں مشغول ہو گئے۔ غرض آپ کی مبارک صحبت میں روحانی امراض کا ازالہ ہوتا تھا۔ اور آپ کے اصحاب پر نور چمکتا تھا۔ اگر تم ان کے افعال واقوال واحوال دیکھتے ہوتے تو بے خشک یہ کہہ دیتے کہ یہ مقرب فرشتے ہیں۔ ذات کے دیدار میں غرق اور اس کے سوائے کسی کے طالب نہیں گوشہ نشینی اور قناعت سے موصوف تکلیف سے خوش اور وصل کے طالب شریعت کے تابع حقیقت کی پیروی کرنیوالے تھے جب آپ اور آپ کے اصحاب کی یہ حالت ہے تو ہم نے جان لیا کہ آپ کا دعوی سچا ہے۔ اگر آپ انبیاء کے زمانہ میں نبوت کا دعوی کئے ہوتے تو صفات مذکورہ کے اعتبار سے امت پر آپ کا دعوی ماننا واجب ہوتا۔ پس مہدیت کا دعوی جو نبوت کے دعوی سے اعلی نہیں ہے کیونکر نہ مانا جائے گا۔ یہ بزرگ صفتیں اسی شخص خاص میں موجود ہوتے ہیں جو مذکورہ پرزور کرامتیں اور روشن دلیلیں ظاہر کرنے میں اللہ جل شانہ کی طرف سے موید اور مبعوث ہوا ہو۔ ساتھ ساتھ اس کا یہ بھی دعوی ہو کہ میں اللہ کا خلیفہ ہوں پس یہ دلیلیں آپ کے مہدی موعود ہونے کا حکم کرتے ہیں پس آپ کی تصدیق وقبول میں تاخیر درست نہیں ہے۔ اور یہ بات جو کہی جاتی ہے کہ خلیفۃ اللہ میں

تین باتیں ہونی چاہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اُس کو مغیبات یعنی (ہر چھپی ہوئی باتوں پر) اطلاع ہو) اور دوسری یہ کہ اس سے امور خارقہ (معجزے) صادر ہوں کیونکہ عالم عناصر کا ہیولی اُس کا تابع ہوتا ہے اور اس کے قبضہ اور فرمان میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح کہ بدن نفس کا فرمانبردار ہے اور تیسری یہ کہ وہ ملائکہ کو دیکھتا ہے اور وحی سے اُن کا کلام سنتا ہے پس یہ باتیں پیغمبروں میں پائی جانا غیر ضروری شئے ہیں چہ جائے کہ مہدیؑ میں ہوں۔ اور میں کہتا ہوں کہ مغیبات کی دو قسم ہیں بعض ایسی مغیبات جو عوام سے چھپی ہوئی ہیں اور خواص ان کو جانتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو کل سے چھپے ہوئے اُن کو صرف اللہ جانتا ہے۔ پہلی قسم پیغمبروں میں پائی جاتی ہے اور اس کے وجود میں کوئی استحالہ نہیں ہے عام ہے کہ ان کا انکشاف کشف کے ذریعہ سے ہو یا وحی سے اور دوسری قسم وحی کے سوا اُن میں نہیں پائی جاتی۔ اور حقیقت میں غیب یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا عالم ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ غیب اللہ ہی جانتا ہے۔ اور یہ بھی فرماتا ہے کہ اللہ کے پاس قیامت اور پانی برسنے کا علم ہے اور رحموں میں جو کچھ ہے جانتا ہے اور نفس جو کچھ کل کریگا جس زمین پر کہ مرے گا خود اس کو اس کی خبر نہیں ہے مگر اس کو اللہ جانتا ہے۔ اور اس سے خبردار ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ امور اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں اور اس کا علم کسی کو نہیں ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ کے جواب میں

قیامت کی ساعت نہیں دکھلائی۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے مگر یہ محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ امور مغیبہ کو کسی نبی پر ظاہر کر دے چنانچہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چن لیتا ہے اُس کو غیب کی خبر دیتا ہے۔" غرض غیب سے اطلاع حاصل کرنا بشر کی طاقت سے باہر ہے۔ مگر آخری دو امر پس وہ دونوں پیغمبروں اور خلفاء اللہ میں ان کی شرط نہیں ہے قسم اول اس وجہ سے کہ امر خارق بغیر سبب کے ظاہر نہیں ہوتا اور سبب کا وجود کچھ ضروری نہیں ہے مگر ممکن ہے۔ اور قسم ثانی اس وجہ سے کہ فرشتوں کی روایت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے اور یہ امر بندوں کی قدرت میں داخل نہیں ہے اور وحی فرشتوں کے بھیجنے کے بغیر بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ الہام یا القاء جو رویت سے نہ ہو۔ پس حکماء کے یہ شرطیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ اس صورت میں آپ کی ذات میں مذکورہ صفتوں کے وجود کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ صفتیں بھی آپ میں موجود ہیں جس طرح کہ نور پہاڑ پر نظر آتا ہے۔ بلکہ ان کے سوائے بعض ایسی صفتیں جو مذکورہ صفتوں میں مندرج نہیں ہیں وہ بھی آپ میں موجود ہیں جیسا کہ یہ قول کہ مجھے بلا واسطہ فرشتہ کے اللہ تعا کی طرف سے تعلیم ہوتی ہے پس یہ سب صفتوں سے غالب ہے غرض آپکی حکمت کاملہ کی گویا اور نصیحتنیا ظاہرہ کی ناطق ہے لہذا ہم سب آپ کی ذات کے شرف تصدیق سے مشرف ہوکے اور آپ کے ہاتھ پر نہایت اطاعت سے بیعت کی اور آپ کی مہدیت کی تحقیق کر کے ہم نے آپ کی دعوت کی اتباع کی ہے۔ جب سلطان نے

یہ پاک بشارات اور جبریلی اشارت سنتی فوراً آپ کی دعوت کی تصدیق کرلی۔
اور مہدیت قبول لی۔ کیونکہ گذشتہ قصّوں میں جن میں پیغمبروں کی دعوت
کے حالات مذکور ہیں بڑا ماہر اور اُن کے مقدمات اور اخبار کو غائر نظر
سے دیکھا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ سلطان نے جب آپ کی دعوت
قبول کی سلطان کو مرض نے ناتوان کردیا تھا اور زمانہ کے حوادث
نے اُس کو سخت لاغر بنا دیا تھا جس سے اُس نے لامحالہ ایک عرضداشت
لکھی اور سفیروں کے ذریعہ سے اُس کو حضرت مہدیؑ کی خدمت میں
بھیجدیا جس کا یہ مضمون تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منجانب حسین والی ہراۃ طرف اُس عالی
بارگاہ کے جو سارے جہاں کا اولو العزم حاکم اور اللہ جل شانہ وعزّ اسمہٗ
کا سچا خلیفہ ہے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیعت کی ہے اور آپ کی جماعت
میں ایسا داخل ہوا ہوں جیسا کہ حاذق لوگ ایمان لاکر آپ کی صحبت
میں داخل ہوئے ہیں۔ اور آپ کے مہدیت پر اسی طرح ایمان لایا ہوں
جس طرح کہ ارباب ایقان نے آپ کی مہدیت کا یقین فرمایا ہے۔
پس مجھ پر ایسا التفات کرو جیسا کہ سردار اپنے خادموں پر کرتا ہے اور
پیغمبر اپنی امت پر توجہ کرتا ہے۔ اور میں بیماریوں کی ڈوریوں میں بند ہوں
اور ان کے زنجیروں میں جکڑا ہوا اور بلاؤں میں پھنس گیا ہوں اگر میں
تندرست ہوتا تو آپ کے پاس حاضر ہوتا اور آپ کی صحبت غنیمت
جانتا آپ کے پاؤں دہوتا اور آپ کے مکان میں جھاڑو دیتا میری شفا

کے لئے اور میری آرزو پوری ہونے کیلئے اور میری امید برآنے کیلئے اللہ کے پاس دعا فرمائیے کیونکہ آپ کی دعا قبول ہے۔

پس مہدیؑ نے سلطان پر توجہ کی اور اس کے ایمان کی زیادتی کیلئے دعا فرمائی اور اس کو حاضروں اور مہاجرونؓ میں داخل فرمایا۔ پھر سلطان نے حضرت مہدی کی طرف ہجرت کی اور مرض کا سلطان پر استیلا ہوا۔ اور حوادث کا لشکر ٹوٹ پڑا۔ پس سلطانؒ نے نہایت جلدی کیساتھ آپ کی طرف سیر کی اور آپ کے طرف ایسا اوڑا جیسا کہ پرندہ اوڑتا ہے۔ مگر بیماری کا سیاہ غبار سلطان کی راہ میں اندھیرا کر دیا اور بیماری نے اس کے راستہ میں بڑے بڑے پہاڑ بلند کر دے۔ تا آنکہ تین دن کے بعد ہجرت میں وفات پایا اور خلد کے روضوں میں مسافر حالت میں پہنچ گیا۔ پس فرشتوں نے سلطان کے جنازہ کو مہدیؑ کے سامنے اس طرح پیش کر دیا جس طرح نجاشی کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا غرض سلطان اس عمدہ طریقہ سے اپنی غایت مراد کو پہنچ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اور روایت کیگئی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے جب بلا د سند کی طرف سفر فرمایا آپ کے اصحاب سخت محتاج ہوگئے اور ان میں سے قریباً (۳۶۰) افراد ٹولیوں میں جنت کو سدھارے اور کسی میں یہ قدرت نہیں تھی کہ کسی مزدور کو قبر کھودنے کی مزدوری دے سکے کیونکہ رزق کی تنگی نے ان پر نہایت سختی کی تھی پس وہ محتاج تھے اور ان کا

دل منکسر تھا۔ لہٰذا اُنھوں نے کھیتوں میں قبریں کھودیں اور نرم زمینوں
گڑھے کھود کر ان میں مردے دفن کردے۔ جب ان کاموں کی خبر کسان نے
پائی حاکم فوجداری کے پاس جلد فریاد کردی کہ چند فقرا بادیہ نشینوں نے
میرے کھیت کو قبرستان کر دیا۔ حاکم اس خود مختارانہ فعل سے ناخوش ہوا
اور غضبناک جھپٹنے والے شیر کے مثل چلّایا۔ اور اس خبر کی تحقیق کا حکم
دیا۔ اور شاہی پر زور فرمان والی سپاہ یعنی کوتوالی کھیت پر حاضر ہوئی
اور آپ کے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا تمھارے سردار نے کسانوں
کی زمینات کو بدبودار کر دیا اور ان میں بغیر سرکاری حکم کے اپنے مردے
دفن کر دے کیا اُن کو سرکاری احکام کا خوف نہیں ہے! مہدیؑ نے
ان کے جواب میں نہایت نرمی سے فرمایا کہ قبریں کھود کر دیکھو تا تم کو
نور و ظلمت میں فرق معلوم ہو جائے اگر تم قبروں میں مردے پاؤگے
تو بیشک ہم گنہگار ہیں اور اگر ان میں مردے نہوں تو تم ندامت اٹھاؤگے۔
پس قبروں کے ٹیلے کھود دیے گئے اور اُن سے ریت ہٹائی گئی اور ان میں
خوب دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اہل کوتوالی نے کسان پر لعنت ملامت
کی کیونکہ اُس نے اپنے دعوے میں آپ پر ناحق بہتان اُٹھایا تھا پس
کسان چپ چاپ منہ تکتا رہ گیا۔ اہل کوتوالی نے آپ سے عمدہ تقریر
میں معذرت چاہی۔ اس وقت حضرتؑ نے اصحاب کو مخاطب کر کے
فرمایا کہ میں اس لئے نہیں مبعوث ہوا کہ تم کو زمین میں دفن کروں بلکہ
اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ تمھارے صفات سے تم کو ذات تک پہنچادوں

خلاصہ کلام یہ کہ جب کوئی آپ کی مصاحبت میں رہا کمال کی بلندی
پر پہنچ گیا۔ اور بزرگیوں کی کنگرہ پر چڑھ گیا۔ اور اپنی آنکھ سے تجلیات
جمالی وجلالی کا مشاہدہ کیا اور اسی واسطے یہ بات پیشینیوں میں ہوئی کہ
انکے ساتھی رسول اللہ کے اصحاب کے مثل ہیں عام حالات میں انھیں صفتوں
سے موصوف ہیں جو اصحاب کرام میں تھیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
آخرین امت سابقین امت سے لاحق ہو جائیں گے الخ اور اسی واسطے
شیخ اکبر نے فتوحات میں ذکر کیا ہے کہ مہدیؑ کے وزرا آنحضرتؐ کے صحابہ کے
ہمقدم ہوں گے جس بات کا انھوں نے اللہ سے اقرار کیا تھا اس کو
پورا کیا۔ غرض بہت سے لوگ ان خوارق اور معجزات کے دیکھنے سے
آپ کی تصدیق کئے اور بہت سے لوگ آپ کے کرامات کو جادو و نیرنجات
خیال کر کے بھٹک گئے۔ اور انکا یہ انکار گزشتہ امتوں کے انکار کے
مثل ہے جنھوں نے پیغمبروں اور خدا کے خلیفوں کی دعوتوں سے بے اعتنائی
کی تھی۔ اور روایت ہے کہ بعض اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ جب مضطر
بھوک کی وجہ سے موت سے قریب ہو جائے تو ہلاکت کے دفع کیلئے
اس کو کیا کرنا چاہئے فرمایا کہ کسب معاش اس کو بہتر ہے مگر اللہ پر توکل
اس سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ پر بھروسہ کرے
اللہ تعالیٰ اس کے لئے بس ہے اسی واسطے توکل کو کسب معاش اور سوال
پر ہم نے فضیلت دی ہے۔

یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تب

جبرئیلؑ کی اعانت کو پسند نہیں فرمایا۔ اور یہ قسم توکل کے اعلیٰ اقسام سے ہے اور حضرت امام غزالی کا یہی مختار مذہب ہے جو احیا میں انھوں نے صراحت کی ہے غرض کل اعلیٰ صفات اور بزرگ حالات آپ کے اصحاب میں موجود تھے اور عمدہ کمالات اور مبارک صفتیں آپ کے ہوا خواہوں میں ظاہر تھیں۔ باوجودیکہ وہ اکثر حاجتوں میں مبتلا تھے۔ اور بڑے بڑے مصیبتوں میں منکسر تھے اور ان اخلاق حمیدہ سے متصف ایک شخص بھی بڑی بڑی جماعتوں میں نظر نہیں آتا اپنے سارے کام اللہ پر سونپ دیتے ہیں اور ان کے چلانے میں اپنے قرابتداروں کی طرف مائل نہیں ہوتے اور شہر و آبادی میں نہیں رہتے اور صرف صحرا و جنگلوں میں اوقات بسر کرتے ہیں۔ اور دل کو خوش کرنے والے لذتوں اور زیادہ عیش کی خواہش نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے کبھی سرداروں کے تجمل اور امرا کے احتشام کی دعا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے صرف مراتب قرب کی حصول کی دعا کرتے ہیں اور بڑے گروہوں میں ان کے کمال کی سبقت کی جھنڈیاں سب سے آگے لگے ہوئے ہیں۔ پس اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس کے معرفت و تحقیق کی لذت کا ہم کو رزق دیا اور اس پر ایمان لانے اور اس کی تصدیق کے مزہ کی ہم کو نعمت دی۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خدا کے خلیفے سوائے وحی و الہام کے بات نہیں کرتے۔ اور اس کے بعد امت پر اُن کو بیان کر دیتے ہیں اور تقریر و تحریر سے اُن منزلہ امور کی تبلیغ عام گروہوں میں کرتے ہیں اور

جو کچھ احکام و شرایع ان پر منزل ہوئے ہیں خلائق پر فرض و واجب
کردیتے ہیں اوامر کا حکم دیتے ہیں اور نواہی سے بچاتے ہیں پس یہ طریقہ
ان خلفا کا ہے جو منصب نبوت پر مامور ہیں مگر وہ خدا کا خلیفہ جو ولی
ہوا اور خاص ولایت محمدیہ کا خاتم ہو تو وہ شرعی امور میں جن کی کہ یہ نبیؑ
کو خدا کی طرف سے وحی ہوئی ہے انکا تابع ہوگا اور رائے و قیاس پر عمل
نکریگا بلکہ اللہ کی تحقیقی معرفت اور حقیقی بصیرت کی طرف خلائق کو بلائیگا
جیساکہ اللہ تعالیٰ نے نبیؑ کو معلمانہ حیثیت سے تعلیم کرکے فرمانا ہے کہ ائے
محمد کہد و کہ میں اور میرا تابع اللہ تعالیٰ کی بصیرت کی طرف بلاتے ہیں یہاں تابع سے
مہدی مراد ہے کیونکہ مہدیؑ نے یہی خبر دی ہے اور اگلے محققوں نے بھی
اختیار کیا ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ میں اس کی صراحت
کی ہے آیت مذکورہ کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ مہدیؑ نے آپ کی پیروی
کی ہے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
مہدیؑ میری اولاد سے ہے میری پیروی کرے گا اور خطا نہ کرے گا۔
اور اسی طرح مہدیؑ نے دعویٰ بھی فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ
اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کہ جبرئیلؑ کی زبان سے
منزل ہوئی ہے تابع ہوں۔ غرض نبوت کی تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد میں ختم ہوگئیں اور احسان کے اسرار جن کی طرف کہ حدیث
با ان تعبد اللہ کانک تراہ اشارہ کرتی ہے باقی تھے حضرت نے زبان
امام مہدیؑ پران کے اظہار کا حوالہ فرمایا ہے جیسا کہ میں نے سابق میں

ذکر کیا۔ پس مہدیؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام خلائق پر مذکورہ احکام کو ظاہر فرمایا۔ اور ان پر خدا کے عطیات اور تفضیلات کے بادلوں سے پانی برسایا۔ اس جہت سے کہ وہ ان احکام کی لحاظ سے اللہ کا خلیفہ ہے۔ اور جو احکام کہ آپ نے امت محمدیہ کے پر عام از ینکہ وہ خاص ہوں یا عام بیان فرمائے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ ترک دنیا اور خلائق سے علیحدہ ہو جانا فرض ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وتبتّل الیہ تبتیلا یعنی سارے دنیا سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ تبتیل کے معنی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ترک کر دینے کے ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جو غیر خدا میں مشغول ہو اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات جاننی چاہئے کہ جو صیغہ امر قرینوں سے معرّا ہو وجوب حکم پر دلالت کرتا ہے چنانچہ آئمہ اصول نے اسی امر کو ثابت فرمایا ہے۔ پس انقطاع اور دنیا کا ترک کر دینا واجب ہوگا۔ اور نیز اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس نے دنیا کی زندگی اور اس کے بناؤ کا ارادہ کیا ہم ان کی طرف ان کے اعمال کو پورے کر دیتے ہیں وہ دنیا میں کمی نہیں کئے جاتے ان کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں۔ (وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ. أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ) پس اس آیت میں لفظ من جو مذکور ہے مسلمان اور کافر کو شامل ہے۔ پس آیت کا حکم اس شخص سے مخصوص ہے جس میں وہ صفات پائیں جائیں جو

آیت میں ذکر کئے گئے ہیں عام از ینکہ یہ صفتیں مومن میں ہوں یا کافر میں۔
اور نیز آیت " اور پس جس نے طغیانی کی اور اختیار کیا زندگانی دنیا کو پس
تحقیق دوزخ اس کا ٹھکانا ہے" جس نے دنیا کو دین پر برگزیدہ کیا اور
اُس کی خرافات کو دل سے چاہا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض
اور اُس کے احکام سے چشم پوشی کی اور محبت دنیا میں حد سے گذر گیا تو
دوزخ اُس کا ٹھکانہ ہوگا۔ امام رازیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ تفسیر جو
بیان ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت کل خطیئات کی سردار ہے اور پناہ بخدا
جب کوئی انسان ان دونوں صفتوں سے موصوف ہو اور فساد کے
اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا ہو تو وہ کافر ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور
اس حالت سے جو خصوصیت کیگئی ہے اُس کی یہ وجہ ہے کہ کوئی فاسق
اگر ان بُرے خصلتوں سے موصوف نہو تو وہ دوزخ میں داخل نہو گا۔
جب دنیا کی محبت کی یہ کیفیت ہے تو حضرت مہدیؑ نے اس کے
ترک کو واجب کر دیا تا آدمی دوزخ میں اوندھے منہ نگریں اور احکام
مفروضہ مہدی سے عزلت بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
"سب کو چھوڑ کر اللہ کی طرف ہو جا"۔ اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کہ تم
ان لوگوں کو چھوڑ دو جنھوں نے دینی امور کو لہو ولعب قرار دیا ہے
جس سے وہ غافل ہوئے تھے۔ کیونکہ ان امور کا ٹھٹا کر سکتے ہیں"
معنی آیت کے یہ ہیں کہ ان لوگوں کو چھوڑ دو اور ان سے روگرداں ہو جاؤ جو

جو تمھارے دین کو لہو و لعب شمار کرتے ہیں ظاہر آیت اس پہ دلالت کرتی ہے کہ ان لوگوں سے عزلت ضروری چیز ہے جو دین کی مسخری کرتے ہیں اور جو ایسے نہوں ان سے عزلت واجب نہیں ہے۔ اور نیز احکام مفروضہ مہدئی سے ذکر دوام ہے کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ واذکرا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم۔ یاد کرو اللہ کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے پڑتے۔ ابن عباس فرماتے ہیں یعنی رات۔ دن۔ خشکی۔ تری۔ سفر۔ حضر۔ مرض۔ صحت میں چھپا کر۔ آشکارا اللہ تعالیٰ کی یاد کرو۔ اور نیز آیت " اور البتہ اللہ کا ذکر بڑا ہی" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس میں دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جو تم کو یاد کرتا ہے اس کی یاد تمھاری یاد سے برتر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کی یاد ساری عبادتوں سے بڑھکر ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اپنے دل میں خدا کو ڈر اور عاجزی سے یاد کر پکار مت۔ صبح اور شام کو اور غافل مت ہو" حضرت امام رازی نے اپنی تفسیر میں اس کے یہ معنی بیان فرمائے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا مبارک ذکر سارے وقتوں میں واجب ہے۔ اور اس امر کی ہدایت کرتا ہے کہ قلبی ذکر کا ہمیشہ رہنا واجب ہے اور انسان کو ضرور ہے کہ ایک لحظہ بھی اللہ کے حضور سے غافل نہ رہے اور صاحب معالم التنزیل نے آیت " اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو زیادہ تر" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ " اللہ جل شانہ نے کوئی ایسی چیز

اپنے بندوں پر فرض نہیں کی ہے جس کی حد مقرر نہ ہوئی ہو یعنی جو جو فرائض ہیں ان کی ایک حد ہے اور عذر کی حالت میں ان کے نہ ادا ہونے کا عذر بھی منظور کیا جاتا ہے مگر ذکر خدا کہ اس کے لئے کوئی حد نہیں ہے کہ کوئی اس کے نکرنے کا عذر منظور ہو جائے مگر صرف مجنون پر یہ حکم نہیں ہے۔ غرض سارے حالتوں میں ذکر خدا کا حکم واجب ہے کیونکہ اس کے لئے کوئی حد و غایت نہیں ہے۔ اور بعض فرائض مہدی سے توکل و ترک سعی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "پس اللہ پر بھروسہ کر پس جس نے اللہ پر توکل کیا اور اپنا کام اس کو سونپ دیا اس کے لئے سوال کرنا اور اہل دنیا کے مکان کو جانا اور اپنی معاش کے کسب کیلئے محنت کرنا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ مقام توکل میں یہ امر مستحسن نہیں ہے۔ اور ہمسایوں کے ساتھ جبکہ وہ تونگر ہوں نیکوکاری یعنی تواضع وغیرہ چھوڑ دی جائے کیونکہ اس صورت میں جس چیز سے کہ روگردانی مقصود ہے اسی کی طرف مراجعت ہو جائے گی کیونکہ جب تونگروں سے بھلائی اور تواضع کا معاملہ جاری رہے گا تو بالضرور وہ اس کا معاوضہ کریں گے تو ایسا شخص اس شخص کے مشابہ ہے جو اپنی تجارت میں فائدہ پاتا ہے اس وقت میں توکل کا حکم ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس نے خدا پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ معاملہ اور خوشامد شروع کی ہے جو دراصل تجارت ہے پس متوکل کو غیر خدا پر بھروسہ

درست نہیں ہے اور جب اس کو توکل ضرور ہے تو اپنے سارے امور
کو خدا پر سونپ دیوے کیونکہ اللہ اسکو کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
"اور جو اللہ پر تکیہ کرتا ہے تو پس وہ (اللہ) اس کے لئے کافی ہے۔" اِسی امر
پر دال ہے۔ اس آیت سے یہ بات معلوم کرنی چاہیئے کہ اس میں اللہ نے
یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کی مشقت کیلئے کافی ہے کیونکہ اللہ نے حسبہ
کا لفظ فرماتا ہے پس بندوں کو اس کی تصدیق اور وفاء وعدہ پر اس طرح
ایمان لانے کی ضرورت ہے کہ جو اس کے علم میں مقدر ہے وہ ضرور
ظاہر ہوگی پس اس پر بھروسہ ضرور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے خلاف
نہ ہونے کی صراحت کی ہے پس اس صورت میں مومن کو توکل ضرور ہے
ورنہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی تکذیب ہوگی اور یہ کفر ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
فرمان خدا ومن یتوکل الخ سے کسب کی ضرورت نہ ہونا ثابت ہے اور آیت "پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین پر
پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل ڈھونڈو" کسب کی طرف احتیاج ہونے کو
ثابت کرتی ہے پس تطبیق کس طرح ہوگی ہم جواب دیتے ہیں کہ پہلی آیت
اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ جس نے اللہ پر بھروسہ کر لیا اور اپنے کام
اس پر سونپ دئے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بس ہے اور اس کو وعدہ
کے وفا کا اعتقاد واجب ہے مگر جو ایسا نہیں ہے وہ مجاز ہے کہ خدا کا
فضل طلب کرے اور اپنے امور میں سعی کرے چنانچہ دوسری آیت
کا یہ منشا ہے پس دونوں آیتوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت
تبشیر ہے اور دوسری آیت میں اباحت اور دونوں میں منافات نہیں ہے۔

اور نیز ان مفروضہ احکام سے جن کو مہدیؑ نے بیان کیا ہے
سچے لوگوں کی مصاحبت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اور
ہو جاؤ صادقین کے ساتھ " اور یہ امر کا صیغہ ہے جب کہ یہ بلا قرینہ
ہو وجوب مفہوم ہوتا ہے اور اسی واسطے علماء نے اسی آیت سے
اجماع کے حجت قطعی ہونے پر استدلال فرمایا ہے پس اگر یہاں
امر وجوب کے لئے نہ ہوتا تو اجماع کی پیروی واجب نہ ہوتی اور اس
آیت کے معنی یہ ہیں کہ تقویٰ ہمیشہ رہنے کے لئے سچوں کے مصاحبت
سے مدد لو تاکہ تمھارے دلوں میں سیدھی راہ قایم ہو جائے اور
خیالات میں صالحین کے خیالات جاگزین ہو جائیں۔ اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ صادقین کی صحبت تقویٰ کے وجود کی موجب یعنی علت
ہے جب ان کی صحبت کا وجود ہوگا تو تقویٰ کا وجود ہوگا اور جب
ان کی مصاحبت نہ ہوگی تو تقویٰ نہ ہوگا لیکن تقویٰ کا وجود ضروری
ہے تو ان کی مصاحبت بھی لازم ہے۔ اور نیز مہدیؑ کے احکام مفروضہ
سے تقسیم مال ہے یعنی مساکین وغیرہ پر مال بانٹ دیا جائے کیونکہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے
تمھیں دیا ہے " اور نیز فرماتا ہے " اور دو مال اس کی محبت میں مسکین
یتیم اور قیدی کو " اور خیرات کرنے والے پر واجب ہے کہ اس چیز کو
خدا کی راہ میں دیوے جو اس کو محبوب ہے ورنہ نفقہ سے تو ثواب نہ ہوگا
اور مال تلف ہو جائے گا کیونکہ اللہ فرماتا ہے " نہیں نیکی اور ثواب کا پانا

محبوب چیز کے دینے پر موقوف ہے"۔ اور نیز مفروضہ احکام مہدیؑ سے خدا کی رویت کی طلب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "جو شخص اللہ کا مشتاق اور اللہ تعالیٰ کی طرف ٹکٹکی باندھا ہوا ہے اس کو ضرور ہے کہ نیک عمل کرے اور اس کے ذات و صفات میں کسی کو شریک نکرے"۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی رویت اہل سنت کے پاس دار دنیا میں ممکن ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے جب اللہ کا کلام سنا اور اس کی لذت پائی آپ کو اللہ کی رویت کا شوق ہوا اور عرض کیا کہ "اے اللہ تو مجھے نظر آجا کہ میں تجھے دیکھ لوں"۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر رویت محال ہوتی تو موسیٰ سوال نکرتے اور جب آپ نے سوال کیا تو معلوم ہوا کہ رویت دنیا میں جائز ہے اور موسیٰ کو جو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اس سے بھی رویت کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے قیام پر رویت کو موقوف فرمایا چنانچہ فرماتا ہے کہ "پس اگر وہ اپنی جگہ مستقر رہا تو پس قریب ہے کہ تم مجھے دیکھو گے" اور پہاڑ کا اپنی جگہ ٹھیرے ہوئے رہنا ممکن ہے تو جو چیز کہ اس ممکن پر موقوف ہے وہ بھی ممکن ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت ممکن ہے اور یہ بات جو مشہور ہے کہ لن۔ تاکید و ہمیشگی کے لئے ہے اس صورت میں (لَنْ تَرَانِی) سے دنیا میں انکار رویت کا مفہوم نہیں ہوسکتا کیونکہ لن نے آیندہ زمانوں سے رویت کی نفی کردی ہے چنانچہ صاحب کشاف کا یہی مذہب ہے جو سراسر غلط ہے کیونکہ حرف

لن صرف آیندہ نفی کیلئے موضوع ہے پس تاکید وتابید کو بالکل دخل نہیں ہے جیسا کہ آئمہ نحات نے اسی بات کا ذکر کیا اور محمد جمال الدین ہشام نے معنی اللبیب میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ مقولہ کہ لن تابید وتاکید کیلئے ہے جیسا کہ علامہ جار اللہ زمخشری نے انموذج میں بیان کیا ہے بے دلیل دعوی ہے کیونکہ آئمہ نحات سے یہ منقول نہیں ہے کہ لن تابید وتاکید نفی کیلئے ہے پس اعتراض باطل ہوگیا اور صاحب تفسیر بیضاوی نے یہ تصریح کی ہے کہ جواب باری تعالیٰ سے رویت کے استحالہ پر استدلال کرنا سخت خطا ہے کیونکہ احادیث عدم رویت باری پر دال نہیں ہیں کہ رویت موسیٰ کو یا کسی دوسرے کو ممکن نہیں ہے۔ اور اس مسئلہ میں ضرورت کا دعوی کرنا مکابرہ ہے اور حقیقت رویت سے جہالت کو ثابت کرتا ہے اور شیخ اکبر ابن عربی نے فتوحات میں ذکر کیا ہے کہ جس چیز کا وقوع خواب اور آخرت میں ممکن ہے اس کا وقوع ہنیار تھا اور حیات دنیا میں بھی ممکن ہے انتہیٰ۔ حاصل یہ ہے کہ رویت دنیا میں ممکن ہے اور اسی واسطے علما نے یہی اختیار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں آنکھوں سے خدا کو دیکھا چنانچہ ابن عباس وغیرہ کی روایت اسی امر کو ثابت کرتی ہے۔ اسی امر کو جان لو کہ مذکور احکام میں جب لوگوں نے سختی دیکھی بیقرار ہو گئے اور چلانا شروع کر دئے اور جب ان احکام کے اٹھانے کی برداشت نہیں تھی تو سختی کیا تھ ان کا انکار کیا اور برائی اور گالی گلوچ سے مخاطب کرنے لگے

اسکو مستحب کہا اور بعضوں نے واجب اور اسی طرح ترتیب وضو میں بھی اختلاف ہے کیونکہ بعضوں نے اسکو واجب اور بعضوں نے عدم واجب اور تعدیل ارکان کی بھی یہی کیفیت ہے کیونکہ حضرت شافعیؒ کے پاس یہ فرض و واجب ہے پس اس طرح مذکورہ احکام آئمہ مجتہدین کے پاس مستحبات تھے اور مہدیؑ نے ان کو فرض فرمایا اور اس میں شک نہیں ہے کہ مہدیؑ کا حکم آئمہ مجتہدین سے اولی بالاعتقاد ہے کیونکہ مجتہدین کے احکام ظنی ہیں اور ان کے اجتہادات غیر یقینی ہیں جن میں خطا و سہو کا احتمال ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام کا حکم اس درجہ کا نہیں ہے کیونکہ آپ اللہ جل شانہ کے خلیفہ ہیں اور خطا و سہو نہ ہونے سے موصوف ہیں پس آپ کا حکم بالکل خطا سے مبرا ہے نقصان و خطا کی آمیزشوں سے پاک ہے پس آپ جو حکم فرمائیں وہ حق اور عین ایمان ہے اور جو کچھ آپ حکم فرمائیں واجب الیقین ہے اور اسی واسطے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں فرمایا ہے کہ مہدی علیہ السلام وہی حکم فرمائیں گے جو فرشتہ کی طرف سے اللہ کے پاس سے مہدی پر القا ہوگا تا اس کو صلاح پر رکھے اور یہی امر شرع حنفی محمدی ہے اس طریقہ پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر زندہ ہوتے اور یہ شریعت مرفوع ہو جاتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی حکم فرماتے جو کہ مہدی علیہ السلام نے حکم دیا ہے پس آپ پر قیاس حرام ہے ان نصوص کی وجہ سے جو کہ اللہ تعالی نے اس پر منکشف فرمایا ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مہدی علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ مہدی میرے قدم پر چلے گا
اور خطا نہ کرے گا پس ہم نے جان لیا کہ وہ تابع شریعت ہے انتہی
غرض آپ کا حکم نسخ کو ثابت نہیں کرتا ایسا ہی ذکر کی فرضیت میں نسخ
ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نسخ کی تعریف اوس پر صادق نہیں آتی پس اگر
اعتراض کیا جائے کہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ یہ احکام شرعیہ میں
اگر فی الحقیقت یہ شرعی ہیں تو اتنک کیوں چھپے رہے کیونکہ کسی صحابی سے
اس کی روایت منقول نہیں ہے پس یہ احکام بھروسہ کے لائق نہیں ہیں۔
ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بعض احکام جن کی تفریع اُن معین اصول پر
مبنی ہے جو نصوص صحیحہ اور احادیث مشہورہ پر ہوتی ہے ایسے احکام
میں جو قرن اول میں مشہور نہیں تھے۔ جیسا کہ کلی اور ناک میں پانی لینا
کہ یہ دونوں بعضوں کے پاس فرض ہیں اور اُن کی فرضیت صحابہ کے
زمانہ میں مشہور نہیں تھی کیونکہ یہ احکام اُن قواعد پر مبنی ہیں جو لغات عرب
اور سیاقات استعمالات عربیہ پر مرتب ہوئے ہیں اور یہ قواعد صحابہ
کے زمانہ میں موجود نہیں تھے مگر ان کے لئے ایک اصل ثابت ہونا ضروری ہے
جس سے کسی حکم کا استخراج ہو سکے جیسا کہ احادیث مضمضہ و استنشاق کہ
یہ دراصل ثابت ہونے سے بعض مجتہدوں نے ان کی فرضیت کا حکم دیا
اور بعض مفتیوں نے ان کو سنت کہا مگر یہ فرضیت اور یہ سنت قرن
اول یعنی صحابہ کے زمانہ میں موجود نہیں تھی۔ پس ذکر کی اصل بھی آیات
اور احادیث سے ثابت ہے مگر مجتہدوں کے رائے سے ذکر کا استحباب

ثابت ہوا ہے اور مہدیؑ کے مبارک فرمان سے اس کی فرضیت ثابت ہوئی گو قرن سلف میں مشہور نہ ہو۔ علاوہ اس کے صفت کی زیادتی اور نقصان سے نسخ ثابت نہیں ہوتا اور اسی طرح خارج میں کسی حکم کا نہ ہونا اس بات پر دال نہیں ہے کہ اصل ہی میں یہ حکم نہ ہو۔ پھر میں یہ بیان کرتا ہوں کہ دین کے امور تین ہیں ایک اسلام دوسرا ایمان۔ تیسرا احسان اور پہلے دونوں قسم نبوت سے متعلق ہیں جو اس ہی جلیلہ خدمت سے مختص ہیں پس نبیؐ نے ان دونوں قسموں کی تبلیغ کر دی۔ اور چونکہ تیسری قسم نبوت سے متعلق نہیں تھی اور اس کے سوا اس میں امت کے لئے زیادہ تر سختی تھی رسول اللہ نے اس قسم کے احکام کو اخبار کے طور پر ذکر فرمایا جس سے وجوب ثابت نہیں ہوا مگر صرف اس غرض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ ضروری امر ہے آپ نے تبلیغ کر دی پس آپ نے اس تیسری قسم کی تبلیغ کا حوالہ اپنی ولایت کے خاتم یعنی مہدیؑ پر فرمایا اور آپ کے وجود کے نشانیوں اور عیسیٰؑ کے علامتوں کی خبر دی اور اپنی امت کو آپ کی پیروی کرنے کا حکم دیا گو ان کو برف پر سے گزر کرنا پڑے اور آپ کی بعثت سے غرض احسان کی تعلیم ہے جس کی شعاعیں نبوت کے مشکوٰۃ سے ظاہر نہیں ہوئیں پس یہ امور قرآن و حدیث میں اس وقت تک چھپے ہوئے تھے کہ مہدیؑ کی بعثت کی روشنی پھیل جائے پس یہ احکام مومنین کے دلوں کو آفتاب روشن کے مثل چمکا دے۔ لہٰذا یہ احکام صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں چھپے ہوئے رہے اور آئمہ مجتہدین نے

ان حقیقی مسائل کے استخراج کے لئے قرآن و حدیث کی طرف توجہ نہیں
کی اور نہ ان کے اثبات میں ان کو اصولی دلائل سے کام لینا پڑا اسی وجہ
ہم کہتے ہیں کہ یہ طریقی احکام ہیں اور حقیقی شرعی مسائل ہیں جن کے لئے
مہدیؑ کی بعثت ہوئی۔ پس اس وقت یہ امر ظاہر ہو گیا کہ شرع اور
حقیقت میں اعم و اخص مطلق کی نسبت ہے یعنی شرع عام ہے اور حقیقت
خاص۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ حقیقی علم پر شرع کا مفہوم صادق ہوگا
غرض تحقیقی مقام یہی ہے جو بیان ہوا۔ اور اس امر کو جان لو کہ علوم
اسباب کبھی سماعت اور خبر سے حاصل ہوتے ہیں اور یہ واجب نہیں ہے
کہ ہر ایک سننے والا محاورہ اور گفتگو کے اسلوب سے پورا واقف ہو۔
بلکہ جائز ہے کہ قول میں زیادہ بکنے والا ہو اور اخبار میں بیہودہ گو ہو پس
حاضر لوگ جو غیر حاضروں کو خبر دیں گے اس میں غلطی کا احتمال ہوگا لہذا
مہدیؑ نے فرمایا کہ جو خبر مجھ سے مروی ہے وہ اگر موافق قرآن نہ ہو تو وہ
مجھ سے مروی نہیں ہے بلکہ وہ نقل روایت کی وجہ سے غلط ہو گئی ہے۔
اس تقریر سے ثابت ہوا کہ جو روایت اس قسم کی نہ ہو وہ واجب اعتقاداً
و عمل نہیں ہے اور جو شخص اس ضابطہ سے الگ ہو جائے وہ ضعیف
ہے۔ اول یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مہدیؑ تابع تام شریعت محمدیہ ہیں تو آپ
اس مرتبہ میں رسول اللہ کے خلیفہ ہیں جیسا کہ علامہ قاضی منتخب نے
مخزن الدلائل میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اسی لئے آپ نے
شرعی احکام کو دعوت کی طریقہ پر نہیں بیان فرمایا بلکہ یہ بات ظاہر فرمائی

کہ شرعی مسائل کو آئمہ مجتہدین نے اپنی صحیح رائے سے استخراج کیا ہے۔ پس ان کے فتاوٰی کی طرف رجوع کرو مگر اس حکم کو پسند کر جو اوکد ہو۔ اور اُن مسئلوں کا مجھ سے سوال نہ کرو کیونکہ احکام ولایت کی تعلیم اور اس کے بھیدوں کے اظہار کے لئے مبعوث ہوا ہوں اور مجتہدین کے قول کی طرف ان مسائل کے لئے رجوع نہ کریں پس مہدیؑ ان احکام کی تعلیم میں اللہ کے خلیفہ ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے پس یہ مضبوط اصل آپ کی مہدیت کے اثبات کا ہے اور اگر آپ شرعی احکام میں بھی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ فرض کئے جائیں تو نسخ کی بو مہک اُٹھیگی اور جب اس طرح ہوگا تو لوگ آپ کے دعوی سے منکر ہو جائیں گے۔ اور اس کے علاوہ خدا کا آپ کو اس دعوی کا حکم نہیں ہوا تھا۔ پس یہ ظاہر ہے اور اس کے سوا جو ہے باطل ہے۔ روایت ہے کہ مہدیؑ فرماتے تھے کہ میں جو کچھ دعوی کرتا اور پہنچاتا ہوں وہ دین ہے اور سید محمودؓ و سید خوندمیرؓ کو دینیات میں دستی فصل نہ کریں گے تاہم اون پر دین نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ مہدیؑ نے اس وجہ سے کہ خدا کے خلیفہ ہیں لوگوں کو وہی تعلیم کی جو ان کو خدا نے سکھایا تھا پس وہ پیروی کے لائق تھے مگر وہ شخص جو صفت خلیفۃ اللہ سے موصوف نہیں ہے وہ خطا سے معصوم بھی نہیں ہے تو اُس کی اتباع واجب نہ ہوگی یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اس صورت میں اصحاب مہدیؑ اور تابعین و آئمہ مجتہدین کی تقلید واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ ہم جواب دیتے ہیں کہ صحابہ مہدیؑ کی تقلید احکام ولایت میں ہے جبتک کہ مہدیؑ

قول و فعل سے مخالف نہ ہو ضروری ہے مگر اس صورت میں کہ اصحاب کا حکم مہدیؑ کے حکم سے مخالف ہو اس کا ترک واجب ہے کیونکہ حضرتؑ نے دین کو حضرت سید محمودؓ اور سید خوندمیرؓ پر محمول نہیں فرمایا بلکہ اپنی ذات پر رکھا چنانچہ سابق میں اس کا ذکر ہوا اور اس وجہ سے بھی۔ انکی تقلید واجب نہیں ہے کہ یہ حضرات معصوم نہیں ہیں اگرچہ خطا سے محفوظ ہیں مگر عصمت اور حفظ میں کچھ فرق ہے۔ اور مہدیؑ کے احکام میں اجتہاد کی بالکل حاجت نہیں ہے کیونکہ حضرت نے الٰہی احکام سے کسی حکم کو مبہم و مجمل نہیں چھوڑا اور خدا طلبی کے جو امور تھے اُن کو واضح طور پر بیان فرمایا اس صورت میں ولایت کے احکام میں قیاس و اجتہاد کی حاجت نہیں رہی کیونکہ مقدمات اور قضایا کی اختلاف سے قیاس کی ضرورت پڑتی ہے اور مقام ولایت میں سارے افراد امت کے مقدمات میں اتفاق ہے یعنی مجاہدہ اور خدا طلبی کے احکام میں سب متفق ہیں اور شرعیات کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ قرآن شریف و حدیث اگرچہ سارے ضرورتوں کو رفع کر سکتے ہیں مگر امت کا ہر ایک فرد اس امر پر قادر نہیں ہے کہ وہ قرآن کے حقائق کو دریافت کر سکے اس کے سوا شئے تمدنی ضرورتوں کا ہجوم اور بشری حاجات کا وفور اور آپس میں لین دین کے مقاصد نے فقہا کو قیاس و اجتہاد کی طرف کھینچا۔ اور ائمہ مجتہدین کی تقلید اس وجہ سے ضروری ہے کہ حضرت مہدیؑ نے ان ہی کی طرف شرعی مسائل کا حوالہ فرمایا ہے۔ اس صورت میں شرعیات میں اُن کی

تقلید ضرور ہے مگر احکام ولایت میں ان کی تقلید ناجائز ہوگی جیساکہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے حاصل یہ کہ دین کے دو قسم ہیں عقاید وعملیات. عقاید مقام نبوت میں قرآن. خبر متواتر اجماع سے. اور ان چیزوں سے جن کو رسول اللہ نے ضروریات دین میں شمار فرمایا ہے ثابت ہوں گے مگر مقام ولایت میں اصول مذکورہ اور مہدیؑ کے ان اقوال سے عقائد ثابت ہوں گے جوکہ ان کے صحابہ وتابعین کے زمانہ میں متواتر مشہور ہوں. اس کا خلاصہ یہ ہواکہ وہ اقوال مہدیؑ جو صحابہ وتابعین کے زمانہ میں متواتر مشہور نہیں ہیں واجب الاعتقاد نہ ہوں گے. کیونکہ ایسے اقوال یقین کیلئے مفید نہیں ہیں پس وہ امور جن سے یقین کا افادہ ہوتا ہے واجب الاعتقاد ہوں گے اور یہ وہی اصول مذکورہ ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے اور تابعین کا اجماع جبکہ وہ صحابہ کے اجماع سے مخالف نہو تیسرے اصل یعنی اجماع صحابہ سے لاحق ہے. عملیات مقام نبوت میں اصول مذکورہ اور خبر واحد اور قیاس سے ثابت ہوتے ہیں اور مقام ولایت میں اصول مذکورہ اور خبر واحد سے جوکہ سیدنا مہدیؑ سے مروی اور نیز صحیح الاسناد ہے ثابت ہوں گے. اور اصحاب سے ان لوگوں کی تقلید واجب ہوگی جن کی اقتدا کے لئے مہدیؑ نے تصریح فرمائی جیساکہ مولانا سید محمودؓ کہ آپ کی اقتدا کرنے کیلئے حضرت سید نامؑ نے تصریح کی تھی. چنانچہ آپ نے فرمایاکہ میری صحبت کی مثال انگیٹھی کی ہے کہ اس میں بعض کوئلے پورے سلگ گئے ہیں اور بعض کچھ سلگے ہیں. مگر جب سید محمودؓ کے پاس

حاضر ہوں گے سب سلاگ جائیں گے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ جن کی اقتدا کے لئے حضرت مہدیؑ نے تصریح نہیں کی ہے ان کی اقتدا واجب نہیں ہے بلکہ ضرور ہے کہ ان کی اقوال کی مطابقت مذکورہ اصول سے کیجائے اگر مطابق ہوں تو ان کی اقتدا واجب ہے اور اگر مخالف ہوں تو اصول مذکور ہی واجب العمل ہوں گے ۔ دانائے تجربہ کار پر یہ امر چھپا ہوا نہیں ہے کہ کہ جو حکم خبر واحد سے یا قیاس سے ثابت ہوا ہے اگر اس سے سیدنا مہدیؑ کا حکم معارض ہو تو آپ کے قول پر عمل کرنا ضرور ہوگا کیونکہ آپ معصوم ہیں آپ کے قول میں خطا کا احتمال نہیں ہے اور خبر واحد و قیاس میں خطا کا احتمال ہے پس اس صورت میں یہ احکام کہ ایمان زاید و ناقص ہو سکتا ہے اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا اور المومن فاسق دوزخ میں جائے گا اور ابو بکر صدیق رضؓ کا ایمان تمام امت کے ایمان سے برتر ہے اور اُن کے سوا دوسرے احکام جو خبر واحد سے ثابت ہوئے ہوں احکام مہدیؑ کے مقابلہ میں جو ان احکام سے متعارض ہوں جایز العمل اور واجب الاعتقاد نہ ہوں گے جن کا ذکر عنقریب آئے گا یہ امر بھی جاننے کے لائق ہے کہ مہدویہ کے عقاید کیا ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ مہدویہ کے عقاید وہی ہیں جو اہل سنت کے عقاید ہیں مگر بعض مسئلوں میں جن کو ہم بیان کریں گے ۔ اختلاف ہے مہدویہ کے یہ عقاید ہیں اللہ تعالیٰ ایک اور بے نیاز ہے کیونکہ فرماتا ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ یعنی وہ ایک ہے اور بے نیاز ہے اللہ تعالیٰ زندہ اور اپنی ذات سے قائم ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے۔

اللہ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الحَیُّ القَیُّوم یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی زندہ اور قائم ہے اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے یعنی "اس کے علم سے آسمان و زمین میں ایک ذرہ بھی باہر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے" اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور دیکھتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ وَھُوَ السَّمِیْعُ البَصِیْر یعنی "سنتا ہے اور دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ارادہ اور مشیئت کرتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ یفعل مایشاء ویحکم مایرید یعنی" جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ ارادہ فرماتا ہے حکم دیتا ہے" اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے وکلّم اللہ موسیٰ تکلیما۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام سے (بے حرف وصوت) کلام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ازلی ہے قدیم ہے ابدی ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم۔ یعنی اللہ اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے ذلکم اللہ ربکم لا الہ الا ھو خالق کل شیٔ فاعبدوہ وھو علی کل شیٔ وکیل۔ یعنی۔ یہ تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر حافظ ہے اللہ تعالیٰ رزاق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما من دابۃ الا علی اللہ رزقھا۔ یعنی کوئی ایسا زمین پر چلنے والا نہیں ہے

جس کی روزی خدا پر نہ ہو۔ اور نیز اللہ تعالیٰ دھمکی اور جھڑکی سے فرماتا ہے
ومن یرزقکم من السماء والارض ءالٰہ مع اللہ قل ھاتوا برھانکم
ان کنتم صادقین یعنی زمین و اسمان سے تم کو رزق کون دیتا ہے کیا
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا بھی ہے محمدؐ تم ان کو کہدو کہ تم اس کی دلیل
لاؤ اگر تم سچے ہو۔ زندہ کرنے والا اور مارنے والا اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ فرماتا ہے
لہ ملک السموات والارض یحیی و یمیت وھو علی کل شی قدیر۔
یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے وہی مارتا ہے وہی
زندہ رکھتا ہے اور وہی اللہ ہر ایک چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ قاہر ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اللہ ھو الواحد القھار اللہ ایک ہے
اور بڑا قاہر ہے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت ممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ
یعنی جو شخص دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہے اور
نیز فرمایا کہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ یعنی بعض لوگ قیامت
کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے اس طریقہ پر کہ وہ تر و تازہ یعنی
خوش ہوں گے اور نیز فرماتا ہے کہ لا یدرکہ الابصار فانہ یدرک
الابصار یعنی آنکھیں اس کو پا نہیں سکتیں اور اللہ ان کو دریافت کرسکتا
ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہیں ادراک ذات کی نفی کی ہے رویت کی نفی
نہیں فرمائی۔ اور ادراک سے رویت مراد لینا مجاز ہے اس حالت میں کہ حقیقی
معنی ہو سکیں متروک ہوتا ہے کیونکہ حقیقی معنی کا استعمال دشوار ہونے کی

صور میں مجاز مراد ہوتا ہے۔ اللہ کا کوئی مثل اور شریک نہیں ہے کیوں کہ فرماتا ہے ولم یکن لہ کفواً احد یعنی اس کا کوئی مثل نہیں ہے اور نیز فرماتا ہے کہ سبحان اللہ عما یشرکون۔ یعنی جو لوگ اللہ کا شریک بناتے ہیں وہ اُس سے پاک ہے اللہ کو حد نہیں کیونکہ حد ادراک کے بعد ہوتی ہے اور اس کے ذات کا ادراک منع ہے اور اللہ زمان و مکان میں نہیں ہے، کیونکہ اللہ مکان اور زمان کا خالق ہے چنانچہ فرماتا ہے ھوالذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش۔ یعنی اللہ تو وہ ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور پھر عرش پر مستقیم ہوا اور نیز فرمایا انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ یعنی میں اس ذات کی طرف توجہ کیا ہوں جس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور میں ہرگز مشرکوں سے نہیں ہوں۔ اور نیز فرمایا۔ ھوالذی خلق السموات والارض بالحق و یوم یقول کن فیکون یعنی اللہ وہ ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور جس دن اللہ نے ہو کہا سب ہو گئے۔ اس کے سوائے دوسرا کوئی حاکم نہیں ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے الیس اللہ باحکم الحاکمین یعنی اللہ تعالیٰ سب حاکموں کا بڑا حاکم ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا ادراک نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار وانہ یدرک الابصار۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ازلی ہے تو اس کا کلام بھی ازلی ہوگا۔ اور معتزلہ کی نئی نکالی ہوئی باتیں جو قرآن شریف کے حادث ہونے کے

مشہور ہیں بالکل بدعت ہیں۔ اللہ ہی ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہی گمراہ کرتا ہے کیونکہ اُس نے فرمایا ہے۔ یھدی من یشاء ویضل من یشاء اللہ تعالیٰ کی ساری خلائق کا ایمان نہیں چاہا کیونکہ وہ فرماتا ہے ولو شاء ربک لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعا۔ یعنی اگر اللہ چاہتا زمین پر سارے خلائق ایمان لاتے جب نہیں چاہا تو سب مومن نہیں ہوئے۔ اور انسان اپنے کام کاج کا خالق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھو خالق کل شیٔ فاعبدوہ۔ یعنی اللہ ہر اک شی کا خالق ہے جن میں سے بندوں کے افعال بھی ہیں بلکہ بندے اللہ تعالیٰ کے فعل کا کسب کرتے ہیں اور معتزلہ نے جو اس بحث میں گفتگو کی ہے وہ غبی لوگوں کو دہوکہ دینے کے لئے کافی ہے اور در اصل ان کی وہی بندشیں ایک ریتیلی زمین کے سراب ہیں جو اُس بھڑکی ہوئی پیاس والے کو دھوکہ دیتی ہیں جو پتھریلی زمین میں پڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان سے راضی ہے اور کفر سے راضی نہیں ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ ولا یرضیٰ لعبادہ الکفر۔ وہ کفر سے راضی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کی استطاعت کے موافق تکلیف دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اور اصلح اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں بلکہ وہ لطیف ہے اپنے لطف سے وجود کے موافق کرتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے واللہ لطیف بالعباد یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ عذاب قبر کا فروں کیلئے حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ النار یعرضون علیھا غدوا

وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب ۔ یعنی آگ ان پر پیش کیجاتی ہے صبح وشام اور قیامت کے دن ان سے کہا جائیگا کہ اے آل فرعون تم سخت عذاب میں داخل ہو جاؤ ۔ اور صور کا پھونکا جانا حق ہے کیونکہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعہ وانشقت السماء فہی یومئذ واہیۃ اور جب صور پھونکا جائیگا اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائینگے اور بالکل ریگ کردئے جائیں گے پس اس ہی دن قیامت ہو جائے گی اور آسمان چیر دیا جائے گا ۔ پس وہ دن بہت ہی خراب ہوگا اور بعث حق ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے ۔ یوم یخرجون من الاجداث سراعا کانہم الی نصب یوفضون خاشعۃ ابصارہم ترھقہم ذلۃ ۔ ذالک الیوم الذی کانوا یوعدون یعنی جس دن قبروں سے باہر نکلیں گے جلدی کے ساتھ اللہ کی طرف دوڑتے ہوئے اس طرح ان کی آنکھیں ڈری ہوئی ہوں گی اور نیز ذلت کا غبار چھایا ہوا ہوگا یہ وہی دن ہوگا جس کا تم وعدہ کئے گئے ہیں اور نامہ اعمال کا لکھا جانا حق ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے ۔ وان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون ۔ یعنی تمھارے کاموں کے محافظ ہیں وہ کراما کاتبین ہی جو تم کرتے ہیں وہ جانتے ہیں ۔ اور نامہ اعمال کا ہاتھ میں آنا حق ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا ۔ اور اما من

ادتی کتابہ وراء ظهرہ فسوف یدعو ثبورا - یعنی جو شخص سیدھے ہاتھ میں کتاب دیا جائے گا اُس کا حساب آسان ہوگا اور فرماتا ہے اور جس شخص کو نامہ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا تو وہ نقصان کیلیے بلایا جائے گا اور سوال حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔ یعنی قریب ہے کہ آسان حساب لیا جائے گا۔ اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا۔ یعنی چھوٹے اور بڑے گناہوں کو نہیں چھوڑتا اون کو نہ شمار کر لیوے اور جنت حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ ۔یعنی وہ لوگ جو سعید ہیں وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جبتک کہ آسمان اور زمین ہیں مگر جو چیز کہ اللہ تعالیٰ چاہے ۔ یہ ایسی بخشش ہے جو منقطع نہ ہوگی۔ اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان المتقین فی جنات وعیون ادخلوها بسلام آمنین یعنی پرہیزگار لوگ ہیں وہ جنات اور چشموں پر رہیں گے تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اور دوزخ کا وجود حق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاما الذین شقوا ففی النار لهم فیها زفیر وشهیق خالدین فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید مگر وہ لوگ جو بدبخت ہیں دوزخ میں ہیں ان کو دوزخ میں شور و فریاد ہی اسی میں ہمیشہ جب تک کہ آسمان ہی وزمین ہیں رہیں گے مگر جو چیز کہ تیرا پروردگار چاہے بے شک تیرا پروردگار

کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان جھنم لموعدھم اجمعین لھا سبعة ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم یعنی جہنم ان کے وعدہ کی جگہ ہے اس کو سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کیلئے ان سے ایک حصہ قسمت کیا گیا ہے اور صراط حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان منکم الا واردھا۔ یعنی تم میں سے ہر ایک اس صراط پر سے گزرے گا۔ اور میزان حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونضع الموازین بالقسط۔ یعنی ہم ترازوں کو عدالت سے رکھیں گے۔ اور کوثر حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا اعطیناک الکوثر یعنی ہم نے تم کو کوثر دیا ہے اور انسان کو گناہ کبیرہ ایمان سے نہیں خارج کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ یعنی اے مومنو اللہ تعالیٰ تم پر قصاص فرض کیا ہے قتل میں اور نیز فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبة نصوحاً یعنی اے مومنو اللہ کی طرف توبہ خلوص کیساتھ کرو اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شرک کو نہیں بخشتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا واللہ لا یغفر ان یشرک یعنی شرک کے سوائے جو کچھ ہے بخشدیتا ہے جس کو چاہتا ہے گناہ صغیرہ پر عذاب درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصاھا یعنی چھوٹے اور بڑے گناہ کو شمار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ کو جبتک اس کا کرنے والا اس گناہ کو حلال نہ سمجھے بخشدیتا ہے کیونکہ

فرماتا ہے ویغفر ما دون ذٰلك لمن یشاء۔ یعنی جس کو چاہتا ہے شرک کے سوا سب بخشدیتا ہے۔ قرآن شریف فاسق کے جہنم میں داخل ہونے پر دال نہیں بلکہ اسکے آگ میں داخل ہونے پر دال ہے اور آگ جہنم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ نار قبر کو بھی عام ہے جیساکہ عذاب قبر میں النار یعرضون سے مراد عذاب قبر ہے پس جب لفظ نار محتمل ہے تو فاسق کے جہنم میں داخل ہونے پر جو استدلال ہے ضعیف ہو گیا۔ پس فاسق کا جہنم میں داخل ہونا امر ظنی ہوا جو قابل اعتقاد نہیں ہو سکتا کیونکہ اعتقاد امر قطعی پر مبنی ہے۔ اللہ کا وعدہ حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد یعنی اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور اسنے فرشتے پیدا کئے جیساکہ فرماتا ہے۔ جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ وثلث وربٰع یعنی اس نے فرشتوں کو رسول کئے جن کے بازو دو دو تین تین چار چار ہیں ایمان بڑھتا گھٹتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم یعنی وہ اپنے ایمان کو ان کے ایمان کے ساتھ بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدمیوں سے پیغمبروں کو ان ہی کے جنس یعنی آدمیوں کی طرف بھیجے کیونکہ فرماتا ہے۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معہم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ یعنی سب آدمی ایک جماعت تھے اُن میں اللہ نے پیغمبر بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری جس سے وہ آدمیوں کے اختلافات کا

فیصلہ کردیں ۔ اور پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدمؑ اور سب کے
پیچھے سیدنا محمد رسول اللہ صلعم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذ قال
ربك للملائكة انّی جاعل فی الارض خلیفه یعنی اللہ تعالیٰ نے
فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بناؤں گا ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ
وما كان محمد ابا احد من رجالكم ولاكن رسول الله وخاتم
النبيين یعنی محمدؐ تم سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر یہ ہے کہ خدا کے
رسول اور خاتم الانبیا ہیں ۔ اور نبیوں اور خلیفوں کی اطاعت فرض
ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ یا ایها الذین امنوا اطیعوا الله و
اطیعوا الرسول واولی الامر منکم اے مومنو اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول اور اولی امر کی اطاعت کرو ۔ اور محمدؐ رسول اللہ افضل الانبیاء
ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس
یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے ۔ اور نیز اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے ۔ ورفعنالك ذكرك ۔ یعنی تمھارا ذکر ہم نے بلند کیا ہے
آپ صاحب معراج ہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ سبحان الذی
اسرٰی بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ ۔ یعنی وہ ہی
ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک رات
میں سیر کرائی ۔ اور نیز فرماتا ہے افتمارونه علی ما یریٰ ولقد راٰه
نزلة اخرٰی عند سدرة المنتهٰی عندها جنة الماوٰی کیا تم

اُس چیز میں جھگڑتے ہیں جو محمدؐ نے دیکھا اور بیشک اُنہوں نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنۃ الماویٰ ہے دوسرے مرتبہ دیکھا۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے پیغمبروں پر کتابیں اوتاریں کیونکہ فرماتا ہے انا نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ۔ یعنی ہم نے تم پر ایسی کتاب اوتاری ہے جو ہر چیز کے لئے دلیل روشن ہے۔ اور معجزے اور کرامت حق ہیں چنانچہ اُن پر صریح آئتیں دلالت کرتی ہیں۔ اور رسول اللہ صلعم کے چار خلیفے ہیں ایک ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے عمر فاروقؓ اور تیسرے عثمانؓ اور چوتھے علی ابن ابی طالب ان چاروں میں ابوبکر صدیق بزرگتر ہیں اور جس طرح خلافت کی ترتیب ہے اسی طرح بزرگی کی بھی ہے شیعوں کے نقصے کہانیاں سب بدعتیں ہیں اور خلافت کی مدت تیس برس کی ہے اس کے بعد بادشاہ اور امیر ہوں گے اور سب لوگ معصوم نہیں ہیں۔ اور نیز وہ ائمہ بھی جو فاطمہؓ کی اولاد سے مہدیؑ کے سوائے ہیں غیر معصوم ہیں۔ امام کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہو۔ صحابہؓ کا ذکر بھلائی کے سوا درست نہیں ہے اور یزید لعنتی ہے ہم ان لوگوں کے حق میں جنتی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کو رسول اللہ نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے۔ اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مہدیؑ جو خدا کا خلیفہ ہیں پیدا ہوئے اور بالآخر وفات پائی اور وہ اللہ کے بندے اور رسول اللہ کی شریعت منزلہ کے تابع ہیں آپ مجتہد نہیں ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے بلاواسطہ

سے ہے۔ آپ خطا سے معصوم ہیں آپ نے مہدویت کا دعوی خدا کے حکم سے کیا آپ کے حکم کی اتباع فرض ہے کیونکہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ جو خبر واحد آپ کے قول سے مخالف ہو وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ مقلد نہیں ہیں بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم فرمایا ہے وہی کرتے ہیں آپ ولایت محمدیہ کے خاتم اور حقیقت محمدیہ کے اسرار کے مبین ہیں۔ اور یہ آپ کی اصلی خدمت ہے اور شرعی احکام میں آپ تابع ہیں۔ آپ کے احکام میں دیدار باری کی طلب فرض ہے اور جو شخص اس کا طالب رہا وہ مومن ہے اور دنیا سے انقطاع اور سچوں کی صحبت اور غیروں سے تنہائی وغیرہ جو جو امور ہم نے احکام مہدی میں ذکر کئے ہیں فرض ہیں بلکہ ان اخلاق میں امام رسول اللہ کے برابر ہیں آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور نبی کے سارے اخلاق کے جامع ہیں صرف نبوت اور رسالت آپ میں نہیں ہے کیونکہ نبوت اور رسالت نبی پر ختم ہو گئے پس آپ نبی و رسول نہیں ہیں۔ اس شخص کے پیچھے نماز درست نہیں ہے جو آپ سے انکار کرتا ہو یہ سارے امور حضرت خوندمیر رضی اللہ عنہ کے عقیدہ میں مذکور ہیں جو آپ کے وزیر اور آپ صدیق تھے اور خبر واحد آپ کے قول و عمل سے اگر مطابق ہو صحیح ہے اور اگر مطابق نہ ہو تو متروک ہے۔ کیونکہ آپ معصوم اور معصوم اس وجہ سے ہیں کہ آپ خدا کے خلیفہ ہیں اور آپ کا قول و عمل خبر واحد کی مخالفت سے متروک نہ ہوگا۔ اور احکام جو آپ نے فرمائے ہیں تاویل سے

قابل نہیں ہیں آپ کے پانچ خلیفہ ہیں اول سید محمود ثانی مہدی رم دوسر سید خوندمیر صدیق ولایت رض تیسرے شاہ نعمت رض جو تھے شاہ نظام رح پانچویں شاہ دلاور رض اور ہم اون لوگوں کے جنتی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کو مہدیؑ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ نماز سورۂ فاتحہ کے سوا درست نہیں ہے گو امام کے پیچھے ہو۔ نماز مفروضہ کے بعد دعا میں ہاتھ اوٹھانا ضروری نہیں ہے کیونکہ احادیث میں ہاتھ اٹھانے کا حکم نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہؐ نے دعا کے عوض میں اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَام کہا ہے اور تکبیر بھی کہی ہے اموات کیلئے دعا و صدقہ نافع ہے ایک کا جرم دوسرا نہیں اٹھاتا۔ کاہن کے غیبی اخبار کی تصدیق کفر ہے۔ اور جو چیزیں کہ اللہ نے حرام کی ہیں اون کا حلال کر دینا اور منصوصہ احکام و اخبار کا رد کرنا کفر ہے اور اللہ کے خلیفوں کو گالی دینا معاذاللہ کفر ہے۔ اور اُن کے صحابہ رض پر طعن اور گالی گلوج کرنا فسق ہے۔ وہ غیبی امور جن کی آنحضرتؐ نے خبر دی ہے اُن کے وقوع کا اعتقاد چاہیئے جیسا کہ عیسیٰؑ کا آنا اور مسیح و دجال کا خروج وغیرہ اور ان امور کے حالات و کیفیات میں جو اختلاف ہے وہ ظنی ہے ورنہ نسخ خبر ہوگا اجماعی امور اور خبر متواتر معتقد علیہ ہیں۔ پس یہ امور جو مذکور ہوئے ہمارے عقاید ہیں۔ اور تم یہ جانتے ہو کہ جو جو امر ہم نے ذکر کیا وہ کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث کے مطابق ہے اس صورت میں ہم سے جھگڑنا اور بغض و عداوت سے بے سبب پیش آنا غالباً

درست نہ ہوگا۔ اگر تم ہمارے اقوال کو گہری نظروں سے دیکھو گے اور ہماری حالت باریک بینی سے ملاحظہ کروگے تو گمان غالب ہے کہ ہم سے روگرداں نہ ہوں گے۔ غرض بھائیو تم ہی انصاف سے فرماؤ کہ وہ شخص جو مذکورا وصاف سے موصوف ہو اللہ تعالیٰ پر صریح افترا اور صاف بہتان کس طرح کرے گا اور کیونکر جھوٹ موٹ کہدے گا کہ میں ہی مہدی موعود ہوں اور کیا کہہ سکیگا کہ میں اللہ کا خلیفہ ہوں باوجودیکہ وہ اس دعوی کی وجہ سے آفتوں اور بلاؤں میں آزمایا گیا ہو اور قسم قسم کے تکلیفوں اور مصیبتوں میں امتحان کیا گیا ہو بغیر الٰہی تائید اور جبروتی مدد کے کیونکر اس دعوی پر مصر اور راسخ رہ سکتا ہے۔ اور یہ بات دیانت کے خلاف ہے کہ مہدیؑ کی مجی میں ایسی حدیثوں سے استدلال کیا جائے جو آپس میں متعارض ہوں اور ان لطیف معانی پر جو ہم نے بیان کی ہیں غور نہ کیا جائے۔ اور اصل مہدیؑ کی معرفت میں یہی امر ہے کہ وہ ستودہ خصلتوں اور پاکیزہ اخلاق اور درست عادات سے متصف ہو جن کو آئمہ کلام نے عقاید کے کتابوں اور کلامی اسفار میں ذکر فرمایا ہے اور وہ وہی صفات ہیں جن سے انبیاء موصوف ہیں۔ پس ان پیغمبری خصایل سے خلائق میں آپ مبعوث ہوسے چنانچہ ہم نے سابق میں ذکر کیا ہے۔ غرض تم کو اسکی تحقیق کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور ایسے سچے اور فرشتہ خصایل ہستی کو جن کی سچائی کی تمام اہل ملت اور غیر حق بھی شہادت دیتے ہیں مت جھٹلاؤ اور یہ سمجھ لو کہ آپ سب امور میں صدیق

اور صادق ہیں اور روحانی مفاسد کی درستی کے لئے حکیم حاذق ہیں تا آنکہ
نامرد آپ کی صحبت میں دلیر ہوگیا اور بہرا سننے والا اور گونگا بڑے بڑے
خطیبوں کے مجلسوں میں بلیغ ہوگیا اور نادان علوم میں دانا ہوگیا اور ادنی
اعلیٰ ہوگیا اور زیادہ بدکار نکوکار ہوگیا اور جو بخیل میں مشہور تھا وہ
بہت بڑا سخی ہوگیا ۔ پس دنیا سے جور و ظلم دور کر دینے اور اس کو
قسط و عدل سے بھر دینے کے یہی معنی ہیں مگر بعض لوگوں نے اپنی آنکھیں
ہدایت کی راہ سے بند کر لیں اور ہدایت اور راستی کی عام راہ سے حیرانی
کی جنگلوں کی طرف بڑھ گئے ایسے مسئلوں میں حضرتؑ پر طعن کرتے ہیں
جن پر بڑے بڑے حکماء کا اتفاق ہے ہم اس مختصر رسالہ میں لمبی چوڑی
بیکار کہانیوں پر بحث نہیں کریں گے اور ان اوہام کا دفع دخل کریں گے
مگر ان کے خیالی مجموعہ سے نمونہ کی طور پر کچھ ذکر کر دینا ان جھوٹی کہانیوں
کا جھوٹ ثابت کرنے کیلئے کافی ہوگا ۔ لہذا کچھ ذکر کرتے ہیں اور
وہ یہ ہے کہ جبکہ آپ پر الٰہی جذبات اور دل فریب تجلیات کا
غلبہ ہوا تب آپ کھانے پینے کو مکروہ سمجھنے لگے ۔ اور الوہیت کے
میدانوں کو بغیر کسی مرکب کے طے فرمایا تا آنکہ آپ پر بارہ (۱۲) برس گزر گئے
اس مدت میں تقریباً سترہ (۱۷) سیر غلہ آپنے تناول فرمایا بعض لوگ اس پر
طعن کرتے ہیں حالانکہ ان کا یہ طعن حماقت کی وجہ سے بے سوچے
سمجھے غل غپاڑا ہے ۔ اور تم اس بات کو جانتے ہو کہ جو شخص عالی ادراکات
اور مقدس جذبات سے موصوف ہوا ہو نہایت تنزہ اور تجرد سے

منصف ہوگا۔ کیونکہ تجرد ہی ملکی مرحل میں بہترین توشہ ہے پس ایسا شخص
بالضرور کھانے اور پینے کو مکروہ سمجھیگا تا آنکہ اُس کا دل چمکتی بجلی سا
ہوجائیگا۔ اور اس میں جمالی تجلیات منعکس ہوں گے۔ اور اُس کے
جثہ پر ناتوانی کے آثار طاری نہ ہونگے بلکہ اُس کی قوتیں ہمیشہ نشو نما
اور کمال میں دیکھائی دیں گے۔ اُن خوبصورت تجلیات کا معاینہ ہی
عین غذا ہے۔ اور ان پیالوں کی گردش اصل نشو و نما ہے۔ چنانچہ
شیخ الرئیس ابو عبداللہ ابن سینا نے اشارات میں یوں لکھا ہے کہ
جب تم کو یہ خبر پہنچے کہ کسی عارف نے اپنے معمولی غذا سے اپنے کو باز رکھا
تو تم اس کو جھوٹ مت سمجھو بلکہ اس کو سچ جانو کیونکہ یہ طبیعت انسانی
کی عادات ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ طبیعت انسانی جب محمودہ ملکات
میں مشغول ہوتی ہے اور ردی اور بیہودہ اسباب کی تحلیل کر دیتی ہے
اور اُس کو پاک نفس میں محمودہ ملکات محفوظ ہو جاتے ہیں جن میں بالکل
ہضم اور تحلیل نہیں ہے اور نہ نفس کو اُن کے بدل کا احتیاج ہے کیونکہ
وہ ملکات ہمیشہ نفس میں موجود رہتے ہیں تو ایسا شخص اکثر اوقات
ایک طول مدت تک غذا کو چھوڑ سکتا ہے۔ جو اس کے سوا دوسرے
وقت اس مدت کے دسویں حصہ کی مدت تک بھی غذا سے باز نہیں
رہ سکتا ہو۔ اگر اس مدت تک جو بالکل دسواں حصہ مذکورہ مدت کا ہو
کوئی شخص غذا سے باز رہے گا تو ہلاک ہو جائے گا مگر وہ شخص جس نے
ملکات محمودہ کی غذا پائی ہے غذائے معمولی کے چھوڑنے پر بھی قوی

اور پر زور رہتا ہے ۔ انتہی امام رازی اور محقق طوسی نے شرح اشارات میں اسی کو اختیار فرمایا ہے اور ان کو بعض اعتراضوں سے یقین ہے کہ حضرت نے یہ فرمایا کہ ایمان کی حقیقت خدا کی ذات ہے ۔ اس تفسیر سے چونکہ ان کو وحشت ہوئی لہذا یہ طعن کرنا شروع کیا کہ یہ تفسیر قرآن شریف کے موافق نہیں ہے اور اگر موافق ہوتی تو کسی نہ کسی امام کا یہ مذہب ہوتا جب یہ کسی کا مذہب نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تفسیر بالرائے ہے اور تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ ایمان کے کئی معنی ہیں جیسے ایمان قلبی تصدیق اور لسانی اقرار کا نام ہے جیسا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے دوسرا یہ کہ ایمان قلبی تصدیق اور لسانی اقرار اور عمل بالارکان کا نام ہے چنانچہ حضرت شافعیؒ اور اکثر محدثین کا یہ مذہب ہے ۔ اور تیسرا یہ کہ ایمان وہ خالص حق جو حدوثی شوائب اور امکانی نقائص سے پاک ہے چنانچہ اللہ جل شانہ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن الی آخرہ یعنی اللہ وہ معبود حقیقی ہے مالک ہے پاک ہے سلام ہے مومن ہے مہیمن ہے الخ پس ایمان جو مومن کا مصدر ہے پہلے دونوں معنی کے اعتبار سے درست نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ دونوں معنی اللہ تعالیٰ پر صادق نہیں آسکتے اور یہ امر بدیہی ہے جو محتاج بیان نہیں ۔ پس تیسرے معنی یعنی ایمان حق محض ہے اللہ تعالیٰ پر صادق آسکتے ہیں یعنی اللہ حق محض ہے ۔ اور مشتق یعنی مومن پر مصدر کا اطلاق یعنی ایمان کہہ دینا مجاز ہے ۔ یہ تقریر نظر حال کے اعتبار

اور دقیق نظر اس بات کا حکم کرتی ہے کہ مومن اسم صفت ہے یعنی مومن سے وہ ذات مراد ہے جو ایمان سے متصف ہو۔ جیسے علیم و قدیر۔ پس جس طرح عین علم و قدرت اللہ تعالی ہے۔ اسی طرح نفس ایمان بھی اللہ ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ اللہ تعالی کے اسماء توفیقی ہیں یعنی اُن ہی اسماء پر توقف کرنا چاہئے جن کا استعمال لسان شرعی میں ہوا ہے مگر چونکہ شرعی لسان میں علم و قدرت و ایمان کا استعمال اللہ تعالی کی ذات پر اسماء کے طور پر نہیں ہوا ہے لہذا اسم کے طور پر انکا استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بحث ذات میں ہے اسم میں نہیں ہے یعنی علم و قدرت و ایمان نفس ذات ہیں اسم ذات نہیں ہیں اور ان سے جو مشتق ہیں مثلاً۔ علیم۔ قدیر۔ مومن اسم ذات میں جو تفصیلی طور پر جدا جدا سمجھ میں آتے ہیں چنانچہ سارے صفات کی یہی حالت ہے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ مبادی یعنی علم و قدرت وغیرہ وجوب و امکان میں شریک ہیں تو ان کا نفس ذات باری تعالی ہونا درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا ہم یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ اس جگہ مبادی سے وہ مبادی مراد ہیں جو ازلاً و ابداً موجود ہوں اور وہ مبادی جو ممکنات میں پائے جاتے ہیں فانی ہیں کیونکہ ممکن ہیں پس باقی نہ رہیں گے پھر ہر ایک صفت سے مراد وہ صفت ہے جو بالکل وجود میں تام اور غیر سے بے نیاز ہو جیسا کہ اللہ تعالی کا علم۔ پس علم باری انکشاف تام بسیط ہے اور سب اشیاء اس طرح حاوی ہے کہ اُس سے آسمان و زمین سے کوئی ذرہ باہر نہیں

ہوسکتا ہے۔ اور اسی طرح قدرت پس وہ تمام مقدورات کو جانتی ہے پس یہ دونو صفتیں اور نیز دوسری صفتیں سوا ذات کی نہیں ہیں اگر ان صفتوں کو ذات سے علیحدہ شمار کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں کثرت ہوجائے گی۔ اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ حقیقی نہیں ہوسکتا اور یہ باطل ہے۔ پس ضرور ہے کہ ہر ایک صفت تمام اور مستغنی ہونے کی وجہ سے عین ذات اور نفس حقیقت باری عزاسمہٗ ہوگی اور عالم تفصیل میں علیم کو قدیر سے اور علیٰ ہذا القیاس ہر ایک صفت کو دوسری صفت سے امتیاز نہ ہوگا مگر اس کو عالم اجمال میں جس میں کہ وحدت جمعی ہے بالکل دخل نہ ہوگا بلکہ وہ سب نفس ذات باری ہیں بلکہ یوں کہو کہ وہ بالکل ذات باری ہے اس صورت میں ایمان جو حق بحث ہے نفس ذات باری عزاسمہٗ ہوگا اس کو سمجھ لو اور شک مت کرو۔ اور یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے یعنی اس میں کمی بیشی ہوتی ہے مگر یہ کمی بیشی ایمان کے دوسرے معنی کے اعتبار سے ہوگی۔ کیونکہ حضرت مہدیؑ نے فرمایا ہے کہ میری تصدیق عمل ہے اور بے عمل کے قبولیت مردود ہے جس کا مطلب ہے کہ تصدیق ہی مردود ہے پس اس فرمان مقدس کے لحاظ سے ایمان کے مفہوم میں بالضرور عمل داخل ہوگا چنانچہ حضرت امام شافعی اور جمہور محدثین کا یہی مذہب ہے۔ اور ایمان تیسرے معنی کے اعتبار سے تو وہ خدائے تعالیٰ کی ہی ذات ہے اور اس کے بندوں سے وہ شخص مومن ہوگا جس نے کہ اپنے صفات کو نابود کردیا اور اللہ تعالیٰ کے ازلی اور ابدی

وجود اور اُس کے سر مدی نور ہی سے باقی رہا تو وہ بھی مومن ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اس پاک صفت اور الہٰی خصلت سے وہ شخص موصوف ہوگا جو انسان کامل ہو اور انسان کامل سے حضرت رسول اللہؐ مراد ہیں کیونکہ آپ ذاتی تجلیات کے حقیقی مظہر اور صفات کے شعاعوں کے لئے روشن آئینہ ہیں۔ آپ کے دل کے ارد گرد شرک جلی یا خفی ہرگز گھر نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے جلال کے تجلیات جلا دیتے ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کی زبان سے یہ کہلا دیا کہ ما انا من المشرکین کہو۔ یعنی میں مشرکین سے نہیں ہوں کہہ دو پس خاص آپکی طرف نسبت کر کے مطلقاً شرک کا معدوم کر دینا اس امر کی دلیل روشن ہے کہ آپ حقیقی توحید اور تحقیقی ایمان کے عرفان میں بالکل منفرد ہیں اور دوسرے انبیاء کی اس میں شرکت نہیں ہے کیونکہ یہ وصف خاص جناب محمد رسول اللہ صلعم کے لئے مقصود ہے مگر وہ شخص بھی اس حقیقی توحید کے عرفان سے موصوف ہوگا جو انکی شریعت منزلہ کا تابع اور آپ کی ولایت مقیدہ کے مقدس احکام بیان کرنے میں اللہ جل شانہ کا خلیفہ ہے کیونکہ حضرت مہدیؑ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ ما انا من المشرکین۔ سے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مہدیؑ مراد ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ذات وصفات کے تجلیات کو اپنے نفوس کرنے کے لیئے پورے مظہر ہیں اور اس عرشی تفسیر میں کسی قسم کا شک واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اُس معصوم کا فرمان ہے جو

الٰہی خلافت کے گرامی فرمان سے معزز ہوا ہے۔ پس ایمان کے تیسرے معنی کے اعتبار سے خاص حضرت سیدنا رسول اللہؐ اور مہدیؑ مومن ہوں گے اور مذکورہ دونوں معنوں کے اعتبار سے سارے پیغمبر اور صدیقین اور اولیاء اللہ اور مومنین صالحین مومن ہوں گے۔ مگر وہ مومنین جو قاصر العمل اور فاسق ہوں ایمان کے پہلے معنی کے اعتبار سے مومن سمجھے جائیں گے کیونکہ دوسرے معنی میں عمل کی شرط ہے اور یہ قاصر العمل ہیں۔ غرض یہی تحقیقی بحث ہے جو بیان ہوئی۔ اور اس بات کو جان لو کہ جن امور کا اس مختصر رسالہ میں ذکر ہوا ہے وہ غالباً اُس شخص کے لئے کافی ہیں جس کو کہ عقل سلیم دی گئی ہو۔ اگر تم ہمارے اقوال میں غور کرو اور ہمارے احوال میں ملاحظہ کرو گے تو ہمارے اکثر فقراء کو متوکل اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں روتے ہوئے اور بلاؤں میں صبر کرتے ہوئے وہی نظر آئیں گے اور اللہ کی عبادت میں ان کے آنکھیں جاگتی ہوئی اور آنسو بہاتی ہوئی ظاہر ہوا کریں گی۔ یہ ہماری اخیر تقریر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے انجام پائی

قومی کتب

ترجمہ تفسیر لوامع البیان پارہ اول (الم) علامہ بحر العلوم حضرت شمسی رح کی عربی
تفسیر چھپ رہی ہے اور اس کے ترجمہ کا کام بھی اکثر احباب کے اصرار پر شروع کر کے
اس کا پہلا پارہ چھپوا دیا ہے جس کے مطالعہ سے اردو داں حضرات فائدہ اٹھا سکتے ہیں قیمت (۲) دو روپیہ

کشف الغطاء عن احکام الاقتداء - جس میں اقتداء کے مسئلہ پر مدلل تفصیلی بحث
کی گئی ہے - قیمت پانچ آنے -

المقول النفیس بجواب ائمہ تلبیس :- جس میں مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر
بے اصول اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے - قیمت تین آنے -

توضیح المرام فی احکام الصلوٰۃ والسلام - جس میں مہدی موعود کے نام کے ساتھ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استعمال کی قانونی صورت مدلل پیش کی گئی ہے - قیمت چھ آنے

اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون :- ضرورت مہدی کے منکروں کا منہ توڑ
جواب از علامہ سید اشرف شمسی نور اللہ مضجعہ ، قیمت قریباً چار آنے زیر طبع -

براہین مہدویہ :- جس میں امامنا سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کے ثبوت میں
کافی دلائل جمع کئے گئے ہیں (پہلی اشاعت قریب الختم ہے) قیمت ایک روپیہ -

المہدی الموعود :- علامہ سید حسین صاحب محمودی اہل پنگوڑی کی تصنیف
جس کی نظر ثانی ... حضرت شمسیہ نے کی ہے پچاس سال سے چھپ نہ سکی تھی
ادارہ شمسیہ اب اس کی طباعت کر رہا ہے صفحات قریباً پانچ سو -
قیمت اندازاً چار روپیہ (زیر طبع)

کشف الاوہام :- جس میں ان احادیث کی حقیقت پیش کی گئی جن کو محض علماء نے غلط فہمی سے
مہدی موعود سے متعلق کر کے دھوکا پیدا کر دیا ہے - قیمت تخمیناً چار آنہ (زیر طبع)

ملنے کا پتہ **ادارۂ شمسیہ چنچلگوڑہ حیدرآباد دکن**

PDF

Prepared By

Faqeer Syed Ashraf Yadullahi

IBNE

Peer o Murshid Hazrath Syed

Roshanmiyan Sahab Yadullahi(R